مسائلِ نماز

وضو - غسل - آذان
اقامت - نماز اور
جمعہ کے نہایت اہم
اور ضروری احکام و
مسائل کا مجموعہ۔

ترتیب و تحریر

(علامہ) سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبۂ رضوان لاہور

2474

.1411

15

1345 •

1224 •

Bad Kissingen

1329

1309

1188

1106


50

Herausgeber


Bearbeiter

Fortführungsstand Basiskarte

1 : 250 000



50
45
1624
1496
3100
1499
42°00′
1696
2218
1332
1647
1344
2008
774
2021
20°30′
1365
1821


42°00′
AIR
2805
2917
2933
3668
2592
37
2208
2211
2894
1362
NU-LUERHH
UERHHUSHA
HUSHA
1755
1575
42
2021

ان صفحات میں وضوء، غسل، آذان، اقامت نماز اور جمعہ کے نہایت اشد ضروری اور اہم مسائل درج ہیں۔ اکثر مسلمان ان مسائل سے بے خبر ہیں۔ اور ان کی نمازیں درست نہیں ہو رہیں ——— ستم یہ ہے کہ اب علماء نے بھی اس نوع کے مسائل اپنے وعظ و خطبہ میں بیان کرنے چھوڑ دیئے ہیں (الّا ماشاء اللہ) بہرحال میری عاجزانہ اپیل یہ ہے کہ آپ ان مسائل کو بغور پڑھیں یاد کریں۔ دوسرے مسلمان بھائیوں کو سنائیں اور یاد کرائیں۔

نماز عبادت کا گوہر شاداب ہے۔ فرائض میں سب سے اہم فریضہ ہے۔ اس کے کچھ آداب و شرائط ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری اور جن کی پابندی ہر نمازی کے لئے لازمی ہے۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اوّلین پرسشِ نماز بود

(تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپی)

عنوانات

نماز کے بعض ضروری مسائل

دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان لاہور اہل سنت وجماعت کا قدیمی دینی درسگاہ ہے۔ جو کہ عرصہ پچاس سال سے حضرت امام اہل سنت شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی امیر حزب الاحناف کی زیر سرپرستی دین اسلام کی بے لوث خدمت کر رہی ہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف میں قرآن وحدیث فقہ وتفسیر کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حزب الاحناف کا شعبۂ تبلیغ مختلف اہم اور ضروری موضوعات پر ٹریکٹ وکتابچے شائع کرکے ملک میں تقسیم کرتا ہے یہ کتابچہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں جو مسائل درج ہیں۔ ان کا جاننا عام مسلمانوں خصوصًا اماموں مساجد کے لئے نہایت اشد ضروری ہے۔

محض اس خیال سے ان صفحات میں مندرج مسائل کو نظر انداز نہ کیجئے کہ کہ یہ تو وہی پرانے مسائل ہونگے جو بارہا بار پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ میں اصرار کروں گا کہ ایک دفعہ زحمت اُٹھا کر ان صفحات کا مطالعہ ضرور کیجئے۔ مطالعہ کے بعد آپ کو ان کی ضرورت واہمیت کا احساس ہوگا —— پھر اگر آپ یہ محسوس کریں کہ ان مسائل سے عوام کو روشناس کرانا دین کی ایک اہم خدمت ہے۔ تو پھر آپ کا یہ فرض ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیں اصحاب ثروت اس کتاب کو دفتر رضوان لاہور سے خرید کر اپنے حلقۂ احباب میں تقسیم کریں۔ اور تبلیغ نماز کے کام میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔

اصل لاگت کے مطابق کتاب کی قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ ہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان بیرون بھاٹی دروازہ سے طلب فرمایئے۔

اسلام میں عبادت کا تصوّر

لفظ عبادت دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ ہر مذہب کے بانی نے اپنے پیروؤں کو عبادت کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بھی ہر مذہب نے علیحدہ علیحدہ مقرر کیا ہے۔ لیکن عبادات کی جو حقیقت و تشریح اسلام نے کی ہے۔ وہ ایسی ہے جس کو معلوم کر کے ہر سلیم العقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ واقعی عبادت یہ ہے اور دیگر مذاہب نے جو عبادت کا طریقہ اور تشریح کی ہے۔ کہیں تو وہ نامکمل ہے۔ کہیں اس کی روح ہی مفقود ہے اور کہیں ایسے افعال کو عبادت میں شمار کر لیا ہے۔ جو فطرتاً و عقلاً عبادت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے

عرب ہی کو لیجئے۔ ان کی عبادت یہ تھی کہ دنیا کے عیش و آرام اور اس کی لذتوں کو چھوڑ کر جنگل اور ویرانوں میں بیٹھ جاؤ اور دنیا سے قطع تعلق کر کے مجرد زندگی بسر کرو۔ یہود کی عبادت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن چھٹی کی جائے۔ اور اس دن کوئی کام نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ جب کبھی انہیں موقعہ ملتا تو بتوں کے سامنے سر جھکا لیتے۔ عیسائیوں کی عبادت حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی تصویروں اور مجسموں کو پوجنا اور اپنے جسم کو سخت تکالیف پہنچانا تھا۔ انہوں نے اپنے جسم کو تکلیف پہنچانے کے بہت سے سخت قسم کے طریقے ایجاد کر لئے تھے اور اس کا نام انہوں نے عبادت رکھ لیا تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو چھوڑ کر خاص عرب کے لوگ اللہ نام ہستی سے تو واقف تھے مگر عبادت و پرستش کے مفہوم سے بالکل ناآشنا تھے۔

اسی طرح عرب کے باہر بھی خدائے واحد کی پرستش نہ تھی۔ یونانی اپنے بادشاہوں کے مجسمے اور ستاروں کے ہیکل کے پجاری تھے۔ روم ایشیا کوچک یورپ افریقہ، مصر، بربر، حبشہ وغیرہ عیسائی ملکوں میں حضرت مریم و عیسیٰ علیہ السّلام کی مورتوں کو پوجا جاتا تھا۔ زردشت کی مملکت میں آگ کی پرستش جاری تھی۔ ہندوستان سے لیکر کابل و ترکستان تک اور چین سے جزائر ہند تک بودھ کی مورتوں، سمادھوں اور اس کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہوتی تھی چین کے کنفوشش اپنے باپ دادا کی مورتوں کے آگے خم تھے۔ خاص ہندوستان میں سورج گنگا اور ناگوں

کی عبادت تھی۔ غرضیکہ یہ تھا دُنیا کے مذاہب اور اس کے پیروؤں کی عبادت کا مختصر نقشہ۔
ایسے وقت میں جبکہ دنیا پتھروں، درختوں، جانوروں، دیوتاؤں، سیاروں کی پرستش کر رہی تھی، اور ساری کائنات خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان سے زمین تک کی مخلوقات کو پوج رہی تھی ایک بے آب وگیاہ ملک کے گوشہ سے یہ آواز آئی۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ — اے لوگو اللہ واحد قہار کی پرستش کرو۔

اسی ایک اکیلے خدا کی عبادت، عبادت ہے اور مخلوق کو پوجنا اور غیر اللہ کی پرستش کرنا عبادت نہیں، جہالت ہے۔

معلوم ہے کہ یہ آواز دینے والا اور مخلوق کو خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرنے والا کون تھا؟ ہاں یہ وہی تھے جن کے متعلق عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی۔

وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا — قسم بخدا اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم راستہ پاتے
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا — نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے

گویا اس شعر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے احسان کا اظہار کیا ہے کہ یہ آپ ہی کی تعلیم تھی جس نے نہ صرف اہلِ عرب کو بلکہ ساری کائنات کو عبادت کے صحیح طریقوں سے آشنا فرمایا۔ اگر آپ کی ذات ستودہ صفات نہ ہوتی تو آج سارے جہان کے انسانوں کی پیشانیاں غیر اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہوتیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عبادت کا اصل مفہوم بتایا اور کائنات کے معبدوں سے تمام باطل معبودوں کو باہر نکال کر پھینک دیا۔ اور خدا کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکا دیں اور صاف اعلان فرما دیا۔

اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ — صرف ایک خدا کو پوجو

پھر آپ نے عبادت اور اس کا صحیح طریقہ پیش کیا اور بتایا عبادت کے لئے کسی خارجی رسوم کی ضرورت نہیں ہے۔ آگ جلانا، مورتیوں کو سامنے رکھنا۔ لوبان اور خوشبو گھنٹوں اور ناقوسوں سے عبادت کو دلکش و دلفریب بنانا ساز و ترنم اور جرس وغیرہ حتیٰ کہ کسی خاص لباس کی بھی قید نہیں ہے۔ اور ان تمام غیر ضروری رسوم سے اسلام کی عبادت پاک ہے۔ اسلام کی عبادت تو۔

پاک لباس جو ستر پوشی کر سکے، پاک جسم اور پاک دل کی ضرورت ہے۔

مکان کی قید

ہر مذہب نے اپنی عبادت کو اینٹ چونے کی چار دیواری میں محدود کر دیا ہے۔ بت خانوں سے باہر آتش کدوں سے الگ ان کے ہاں کوئی نماز نہیں ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے دنیا کو بتایا کہ کائنات کا ہر حصہ معبد ہے اور زمین کا ہر گوشہ عبادت خانہ ہے۔ تم کہیں بھی ہو، سمندر میں یا خشکی میں، ہواؤں میں یا زمین پر، ہنگامۂ کارزار میں یا ریل و جہاز میں۔ ہر جگہ خداوند قدوس کی عبادت کر سکتے ہو۔

حضور نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے بعض ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں۔

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ بنایا گیا ہے

یعنی سمندر میں، ہواؤں میں خشکی میں تری میں ہر جگہ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو سکتا ہے۔ اور کسی بھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد کے علاوہ بھی عبادت کر سکتا ہے۔ کیونکہ

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔

یعنی عرض حال کرنے کے لئے کسی بت کسی مجسمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس مکان میں زمین کے جس گوشہ میں رب کو پکارو گے وہ جواب دے گا۔

انسانی قربانی عبادت ہے؟

بعض مذاہب میں مرغوب عبادت یہ تھی کہ اپنے نفس یا اپنی اولاد کو آگ میں جلا دیا، دریا میں ڈبو دیا اور اس طرح خدا کے حضور تقرب حاصل کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے وقوفو! اس طرح اپنے اور اپنی اولاد کو ہلاک کر دینا بھی کوئی عبادت ہے۔ جان دینی ہے تو سچائی کی حمایت میں کمزوروں کی مدد کے لئے دو۔ یہ عبادت ہے۔ اپنے ہاتھ سے خودکشی کرنا عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔

اسی طرح عام خیال تھا کہ اپنے نفس کو تکلیف دینا یہ بھی عبادت ہے چنانچہ یونانی فلسفیوں میں اشراقیت، عیسائیوں میں رہبانیت، ہندوؤں میں جوگیت اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔ یہ لوگ گوشت نہ کھاتے، ننگے رہتے، ایک سال تک کسی مقام پر کھڑے رہتے۔ اہل و عیال، دنیا کی نعمتوں کو

چھوڑ کر تجرد، رہبانیت اختیار کرنے اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ لیکن حضور رحمۃ اللعلمین تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا "خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا"

مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ "اللہ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں کی ہے"

یعنی خدا رب العالمین ہے۔ ماں باپ سے زیادہ بندوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ تمہاری ان مشقتوں سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی بات کا حکم فرماتا ہے جو تمہاری وسعت قدرت اور اختیار میں نہ ہو۔ دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لینا اور ویرانوں میں جا کر تلاش حق کرنا عبادت نہیں ہے۔

لَا رُھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ "اسلام میں رہبانیت نہیں ہے"

ہاں عبادت یہ ہے جس میں خالق و مخلوق دونو کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے۔ عزیزوں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو۔ یتیموں غریبوں بیکسیں کی امداد کرو۔ حلال کی روزی کماؤ۔ دنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل کرو۔ عمدہ اور صاف کپڑے پہنو اچھے اور پاک کھانے کھاؤ اور پھر خدا کے حضور پانچ وقت حاضر ہو جاؤ اور اللہ کے حقوق بھی ادا کرو یہ ہی عبادت ہے اور یہ ہی انسان کا کمال ہے۔

اس مختصر سی تفصیل سے آپ پر ظاہر ہو گیا کہ اسلام نے جو عبادت کا مفہوم پیش کیا ہے وہ در اصل ایک فطری چیز ہے جس کو سلیم طبیعت فوراً قبول کر لیتی ہے۔ بہر حال عبادت کے لغوی معنی عاجزی کے ہیں اور اصطلاح میں عبادت کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو خدا سمجھ کر اس کے حضور عبودیت کا نذرانہ پیش کرنا اور اس کے احکام بجا لانا۔ یہ سمجھ کر یہ حکم خدا کا ہے۔ اگر انسان کیسا ہی اچھا کام کرے۔ مگر اس سے مقصود خدا کی خوشی اور اس کی اطاعت نہ ہو۔ وہ ہرگز عبادت نہیں ہے۔ اور یہ ہی اسلام کی تعلیم ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ "میری نماز میرا حج میری زندگی اور میری موت سب خدا کے لئے ہے"

اس سے معلوم ہوا مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری اور اس کو خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ چنانچہ اسی آیت کی جامع مانع تفسیر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کی جا سکتی ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۔ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔

عبادت میں اخلاص ضروری ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیت اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا ہر وہ کام جس سے خوشنودیٔ خدا ہے، عبادت ہے۔ اور اگر اس کام سے مقصود شہرت، ناموری ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی۔ کیونکہ جو عبادت خلوص نیت سے خالی ہو اس میں تقویٰ کہاں ہوگا اور عبادت کی غرض و غایت تقویٰ بھی ہے۔

تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے دل میں نیک کام کرنے کی امنگ اور برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ کام خاص رب العزت جل مجدہٗ کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ یہ عبادت اسلئے ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ

عبادت کا وسیع مفہوم

مذکورہ حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز، حج، زکوٰۃ ہی عبادت نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا کی رضا ہو۔ وہ بھی عبادت ہے، مثلاً کسی شکستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تشفی کی بات کرنا اور گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ (قرآن) اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ستانا ہو۔

اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی۔

كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ (بخاری) ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔

تَبَسُّمُكَ فِیْ وَجْهِ اَخِیْكَ صَدَقَةٌ کسی بھائی کو دیکھ کر اسکو خوش کرنے کے لئے مسکرانا

وَ اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی خیرات ہے۔

اَلسَّاعِیْ عَلَى الْاَرَامِلِ وَالْمَسٰكِیْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بیوہ و غریب کی مدد کرنا خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔

اسی طرح لوگوں کے درمیان بغض و فساد کے اسباب کو دور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تمہیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی، فرمائیے یا رسول اللہ۔ فرمایا۔

اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ۔ آپس کے تعلقات کا درست رکھنا

ان مثالوں سے واضح ہے اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے، اس کا سونا جاگنا تجارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادات ہیں، جبکہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

نماز عبادت کا گوہر شاداب

فرضیت صلوٰۃ نماز ہر مومن عاقل بالغ پاک پر فرض ہے۔ بحکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سات سال کے لڑکے لڑکی کو نماز (روزہ) کا حکم کرنا چاہیئے۔ جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر پڑھانی چاہیئے اور ان کے بستر الگ کر دینے چاہئیں تاکہ بالغ ہونے پر انکو عادت ہو جائے، اور وہ نماز کو ترک نہ کریں۔

الخیر عادۃ والشر عادۃ والنفس معتاد (صلوٰۃ مسعودی) نیکی اور بدی عادت ہے اور نفس خوئے پذیر ہے۔

چوب تر کو جدھر پھیریں پھر جاتی ہے۔ اور جب خشک ہو جائے تو یہ حالت نہیں رہتی۔ نماز کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اسی طرح پانچ نمازوں کا ثبوت قرآن کریم کی پانچ آیات اور دس سے زائد احادیث سے ثابت اور اس پر اجماع امت ہو چکا ہے۔ (عزیز البرکات بحوالہ تعلیق المجلی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ الصلوٰۃ کم علی کم من کم فی کم۔

جواب دیا گیا۔ اثنین علی اثنین۔ من اثنین فی اثنین۔ یعنی نمازیں دو طرح ہیں۔ فرض اور واجب۔ دو پر فرض ہیں یعنی جن و انسان پر، دو میں یعنی شب و روز میں۔ دو کی طرف سے یعنی خدا اور رسول کی طرف سے (بیاض حبدی المکرم ادخلہ اللہ فی بحبوحۃ جنان) نماز میں سات آسمان کے فرشتوں کی عبادات ہے۔ آسمان اول کے قیام میں ہیں۔ آسمان دوم کے رکوع میں، سوم کے سجدہ میں، چہارم کے قعدہ میں، پنجم کے تسبیح میں، چھٹے کے تہلیل (لا الہ الا اللہ) میں، ساتویں کے تحمید میں (سبحان اللہ و الحمد للہ) جب مومن آدمی دو رکعت نماز انہیں مذکورہ افعال و اذکار سے ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کے اعمال نامہ میں سات آسمان کے فرشتوں کی گنتی کے مطابق نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ خصائل میں فرماتے ہیں کہ زمینوں کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔ درخت اور مینار اور پہاڑ قیام میں ہیں اور چارپائے رکوع میں اور حشرات الارض (زمین میں رہنے والے) سجدہ میں اور دیواریں اور ٹیلے اور کاہ اور ریگ وغیرہ قعدہ میں۔ قرآن کریم کی آیۃ کریمہ۔ اسی پر دال ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ	اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی
وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط	نہ بولے۔ ہاں تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے ہو۔ ع ۵)

(کنز الایمان) (صلوٰۃ مسعودی) سے

آب و خاک و باد و آتش بندہ اند بامن و تو مردہ با حق زندہ اند

اللہ تعالیٰ نے نماز کو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل بنایا۔ الف قیام۔ حا رکوع۔ میم سجدہ۔ دال قعدہ (دقائق الاخبار)

نماز کے برکات

نبی محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
(۱) نماز پڑھنے سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے (۲) فرشتے پیار کرتے ہیں (۳) نماز انبیاء کی سنت ہے (۴) نور معرفت ہے (۵) اصل (جڑ) ایمان ہے (۶) اجابت (قبولیت) دعا ہے (۷) باعث قبولیت ایمان ہے (۸) رزق میں برکت (۹) بدن میں راحت (۱۰) دشمن کے لئے اوزار (۱۱) شیطان کو ناخوش کرتی ہے (۱۲) ملک الموت کے سامنے سفارشی ہوگی (۱۳) قبر میں روشنی (۱۴) نیچے بچھونا (۱۵) منکر و نکیر کے لئے جواب (۱۶) قیامت تک قبر میں

مونس و غمخوار ہوگی (۱۷) روز قیامت اوپر سایہ کرے گی (۱۸) سر پہ تاج ہوگی (۱۹) بدن پر لباس (۲۰) اور نور جو آگے آگے چلتا ہوگا (۲۱) نمازی اور دوزخ کے درمیان پردہ ہوگی (۲۲) خدا کے سامنے حجت (۲۳) میزان (ترازو) میں ثقل (بھاری) (۲۴) پل صراط سے گذار دے گی (۲۵) اور جنت کی کنجی ہے کیونکہ اس میں تسبیح و تحمید تقدیس تعظیم قرأت اور دعا ہے۔ لہذا افضل الاعمال ہے۔ بستان العارفین مصنفہ فقیہہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ مصری ص ۱۰۱)

فرائض نماز

نماز کی شرائط اور ارکان جن کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ ان کو ایک سندھی شاعر نے ایک شعر میں جمع کر دیا ہے

فرائض نہ دانی شوی در قلق

اَججِبن	نوِق	تقِق	دِسق
۴ ۳ ۲ ۱	۷ ۶ ۵	۱۰ ۹ ۸	۱۳ ۱۲ ۱۱

(۱) نمازی کے لئے لازم ہے کہ اس کا جسم ظاہری باطنی نجاست سے پاک ہو۔ ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ الف سے مراد اندام پاک (۲) جائے پاک یعنی جس جگہ نماز پڑھنا ہے وہ بھی پاک ہو (۳) جامہ پاک اس کے کپڑے بھی پاک ہوں (۴) ستر عورت۔ مرد کیلئے ناف سے زانو تک جسم کا چھپانا فرض ہے اور عورت کے لئے سوائے دو ہاتھ (بند دست تک) اور چہرہ اور دو پاؤں کے سارے جسم کا چھپانا۔ کپڑا اتنا نہ ہو کہ اعضا نظر نہ آویں اور ایسا چست نہ ہو کہ اعضاؤں کی ساخت معلوم ہو (۵) نیت کرنا (۶) وقت کا معلوم کرنا۔ بغیر وقت ہوئے نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ قبل ازیں نماز فرض ہی نہیں ہوئی تو یہ کیا پڑھتا ہے۔ عموماً صبح اور عصر کے وقت سے یا عشا سے نا واقف ہیں قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں (دفتر حزب الاحناف سے مؤذن الاوقات لے کر رکھیں ہمیشہ اوقات نماز روزہ وغیرہ سے باخبر رکھے گا) (۷) قبلہ کی طرف یا جہت قبلہ کو منہ کرنا خواہ جہاز میں ہو یا کشتی میں یا ریل گاڑی میں معذور و مجبور کے سوا اگر کوئی شخص غیر قبلہ کو منہ کر کے نماز پڑھے گا۔ نماز درست نہ ہوگی جس جگہ پتہ نہ ہو مساجد کو دیکھے کسی سے پوچھ لے قطب نما صحیح سے یا ستاروں سے معلوم کر لے۔ اگر یہ نہ ہو تو سوچ سے پڑھے (۸) تکبیر تحریمہ (۹) قیام کرنا۔ بلا عذر بیماری کے یا درندے اور دشمن کے خوف سے ساقط

نہیں ہوگا۔ بعض لوگ ذرا سی بیماری میں نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں حالانکہ چلتے پھرتے ہیں ان کی نماز درست نہیں۔ اگر کچھ طاقت ہے تو کھڑے ہو کر شروع کریں پھر اگر کھڑے نہیں رہ سکتے تو بیٹھ جائیں (۱۰) قرائت ایک آیت لمبی یا تین آیت چھوٹی (۱۱) رکوع کرنا کہ سر اور پیٹھ اس طرح برابر ہوں کہ اگر پشت پر پانی کا پیالہ رکھا جائے تو وہ گرے نہیں (۱۲) سجدہ کرنا کہ دونوں ہاتھ کے درمیان سر اس طرح رکھے کہ اگر کان کے اوپر سے کوئی چیز گرے تو ہاتھ کی پشت پر گرے۔ کلائیاں زمین سے اٹھائے رکھے بازو پہلوؤں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے الگ اور ساتوں اعضا زمین پر ہوں خصوصاً پاؤں کو بعض لوگ سجدہ میں اٹھائے رکھتے ہیں ان کی نماز درست نہیں اور اعضا اس طرح ہوں کہ بکری کا بچہ نیچے سے گزر سکے (۱۳) قعدہ اخیر بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں کھڑا رکھے اور ہاتھ رانوں پر رکھے، یہ احکام مرد کے لئے ہیں، عورتیں سجدہ میں سب اعضا مذکورہ ملا کر رکھیں اور دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر رکھیں۔ ان پر بیٹھیں۔ واجبات نماز اس شعر میں آگئے ہیں ؎

چوں واجب نہ دانی شوی در خطر

فُضَیْتِ تُقَبَّتِ لُقِبتِ جُبَبِدُ
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

واجبات نماز

(۱) فاتحہ پڑھنا امام اور اکیلے کے لئے۔ مقتدی کیلئے فاتحہ پڑھنے کی ۸۰ صحابہ کرام سے ممانعت مروی ہے۔ بلکہ وعید آتی ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے وہ فطرتِ اسلامی پر نہیں (طحاوی شرح معانی الآثار ص۱۳۵) اس کے منہ میں چنگارا ہو (عمدۃ القاری ص۶) اس کے منہ میں پتھر ہوں (موطا امام محمد ص۹۹) اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے (طحاوی وغیرہ) (۲) ضم سورہ یعنی الحمد کے ساتھ سورت ملانا (۳) تعیین قرأت یعنی فرضوں کو دو پہلی رکعتوں اور وتر و نفل کی سب رکعتوں میں قرأت پڑھنا (۴) تعدیل ارکان یعنی ہر رکن کو اپنی اپنی جگہ ادا کرنا (۵) قعدہ (۶) یعنی التحیات پہلے اور آخری قعدے میں پڑھنا (۷) لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا (۸) دعائے قنوت وتر (۹) تکبیرات عیدین (۱۰) جہر سے قرأت صبح اور مغرب اور عشا جمعہ و عیدین میں (۱۱) سر یعنی آہستہ پڑھنا ظہر اور عصر میں (۱۲) رعایت ترتیب رکھنا۔ سنت نماز اس شعر میں ہیں ؎

چو سنت بدانی شوی مقتدا دودذم تیتت نسیت حجباہ
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

(۱) رفع یدین۔ تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ کانوں کی لَو تک اُٹھانا اور اور کسی جگہ نہیں (۲) وضع یدین یعنی ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا۔ عورتوں کے لئے چھاتی پر (ابو داؤد۔ عمدۃ الرعایہ صہ ۱۲۵ جلد ا وغیرہ) (۳) ثنا پڑھنا امام اور اکیلے کے لئے (۴) بسم اللہ پڑھنا الحمد سے پہلے (۵) تسبیح رکوع و سجود میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ (۶) تکبیرات یعنی رکوع جاتے اور سجدہ کرتے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا (۷) سمع اللہ لمن حمدہ امام اور اکیلے کو کہنا (۸) توقف کرنا رکوع اور سجود کے بعد یعنی قومہ جلسہ کرنا (۹) درود شریف پڑھنا (۱۰) دعا پڑھنا جو حدیث شریف سے مروی ہو اور دعا ابراہیمی رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ الخ پڑھنا مستحب ہے۔ (عالمگیری) (۱۱) آمین آہستہ کہنا۔ طحاوی صہ ۱۴۰۔ آثار سنن صہ ۹۶ میں کہ بسم اللہ، ثنا، آعوذ، آمین آہستہ پڑھی جاویں۔ ترمذی، ابو داؤد اور حاکم اور دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین آہستہ کہی۔

طریق اشاعت نماز

نماز کی اہمیت و فرضیت محتاج بیان نہیں ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ انسان انسان ہی ہے۔ وہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تبلیغ ہی سے اسلام چار دانگ عالم میں پھیلا تھا اور تبلیغ ہی سے آج مسلمانوں کو راہِ راست پر لایا جا سکتا ہے۔ اسلئے فی زمانہ نماز اور اس کے ضروری مسائل کی تبلیغ و اشاعت بہت ضروری ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ فریضہ تبلیغ نماز ادا کرے اور ذیل کی تجاویز کو عملی شکل دی جائے۔

۱۔ ہر محلہ میں نماز کمیٹی قائم کی جائے اور محلہ کے نیک اور با اثر اصحاب کے تعاون سے تبلیغ نماز کی مہم شروع کی جائے۔

۲۔ ہر ہفتہ ایک مجلس وعظ منعقد کی جائے۔ جس میں نماز کے متعلق وعظ ہوں اور مسائل نماز پڑھ کر سنائے جائیں۔

۳۔ بے نمازوں کو پیار و محبت سے نماز کی ترغیب دی جائے اور وہ سخت سُست جواب دیں تو تحمل و بُردباری سے کام لیا جائے اور اپنی تبلیغ کو کسی حالت میں بھی نہ ترک کیا جائے۔

۴۔ روزانہ صبح و شام رضا کاروں کی ایک جماعت نماز اور ذکر الٰہی کی طرف ترغیب دلانے

والی نظمیں پڑھتے ہوئے محلہ میں گشت کرے۔ ذی اثر حضرات بھی اس جلوس میں شریک ہوں۔

۵۔ اوقاتِ نماز کے وقت محلہ کے لوگوں سے اپیل کی جائے کہ وہ مسجدوں میں آجائیں۔

۶۔ نماز کمیٹی کیلئے کسی قسم کا چندہ وغیرہ نہ رکھا جائے محض خالصۃً لوجہ اللہ یہ کام سرانجام دیئے جائیں۔

۷۔ پہلے اپنے محلہ کی اصلاح کر لیجئے۔ اس کے بعد دوسروں کی طرف متوجہ ہو جیئے۔

اسرارِ نماز

ایمان اعمال سے مقدم ہے کیونکہ ایمان اصل اور عمل اس کی شاخ ہیں۔ ایمان قلب کا کام ہے اور اعمال جسم کے افعال ہیں۔ دل بادشاہ ہے اور جسم اس کی رعیت ہے۔ اسلئے دل کا کام (ایمان) جسم کے کام (اعمال) سے افضل ہوا (۲) ایمان تمام پیغمبروں کے دین میں یکساں ہے مگر اعمال میں فرق ہوتا رہا۔ لہذا جو چیز بدلنے والی نہ ہو وہ بدلنے والی سے افضل ہوتی ہے (۳) ایمان لانا اسلام میں اول ہی سے فرض ہوا اور نماز وغیرہ بعد میں فرض ہوئیں (۴) اعمال موت پر ختم ہو جاتے ہیں اور ایمان قبر حشر موت ہر جگہ ساتھ رہتا ہے (۵) ایمان لانا سب پر فرض ہے حتیٰ کہ بچے دیوانے ماں باپ کے تابع ہو کر مومن ہیں لیکن اعمال نماز روزہ حج وغیرہ کوئی عبادت کافروں، نابالغ بچوں، مجنونوں پر فرض نہیں ہے۔ اسی طرح نماز روزہ حیض و نفاس والی عورت پر فرض نہیں۔ زکوٰۃ و حج غریب پر فرض نہیں ان تمام خصوصیات کی بنا پر ایمان کی فضیلت ثابت ہوئی۔

۲۔ ایمان کے بعد نماز عمل میں سب سے اہم افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی اور بدنی عبادت مالی عبادت سے افضل ہوتی ہے بلکہ نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد یہ سب نماز میں موجود ہیں۔ (۳) نماز اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو عرش پر بلا کر عطا فرمائی اور باقی اعمال و عبادات زمین پر ہی ان کے حکم بھیج دیئے گئے۔ نماز دن بھر میں پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے اور زکوٰۃ سال کے بعد۔ حج عمر میں ایک مرتبہ ادا کیا جاتا ہے۔

(۵) نماز ہر امیر و غریب پر فرض ہے مگر زکوٰۃ غریب پر روزہ مسافر پر فرض نہیں ہاں مسافر

اس کی قضا کرتا ہے (۷) آدم علیہ السلام سے لے کر قریباً تمام انبیاء نے کسی قدر فرق کے ساتھ نماز پڑھی لیکن زکوٰۃ وغیرہ کا یہ حال نہیں ہے تعبیر روح البیان میں ہے۔ نماز فجر حضرت آدم نے، ظہر حضرت ابراہیم نے، عصر حضرت یونس نے، مغرب حضرت عیسیٰ نے، عشا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ہے۔ (۸) نماز تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ ملائکہ مقربین میں سے بعض وہ ہیں جو رکوع میں بعض سجدے میں بعض قیام میں بعض تسبیح و تہلیل میں پڑے ہیں۔ اللہ نے نماز میں یہ تمام چیزیں جمع فرمائیں۔ اس لئے نماز کا پابند درجہ میں ملائکہ کے برابر یا افضل ہوتا ہے (۹) نماز صدہا بیماریوں کا علاج ہے۔ خود اطباء اور فلاسفروں کو اعتراف ہے کہ وضو کرنے والا شخص دماغی بیماریوں میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے — ؟ نمازی جنون اور تلی کی بیماریوں سے اکثر محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ نماز میں پنجوقتہ وضو ہوتا ہے۔ اعضاء دُھلتے رہتے کپڑے پاک و صاف رہتے ہیں اسلئے نمازی گندگی سے بچا رہتا ہے اور گندگی بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے (۱۰) نماز ہر مرض کا علاج بھی ہے اسی لئے اسلام میں ہر مصیبت کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اوقات صلوٰۃ

پانچ وقت کی نماز اس لئے فرض ہے کہ شب معراج میں اولاً پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن حضرت موسیٰ کی عرض پر پانچ رہ گئیں۔ اور ثواب پچاس کا ہی ملتا ہے (۲) امم سابقہ نے یہ نمازیں متفرق طور پر پڑھی تھیں۔ کسی نے فجر کی کسی نے صرف عصر کی کسی نے ظہر کی۔ اللہ نے ان ساری نمازوں کو ہمارے لئے جمع فرمایا۔ اور وہ سب مل کر پانچ بنتی ہیں (۳) نماز سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان کی ہر حالت اللہ کے ذکر سے شروع ہو۔ مثلاً صبح اٹھ کر ذکر الٰہی کرے کیونکہ یہ بیداری کی حالت کی ابتدا ہے دوپہر تک کاروبار سے فارغ ہوا کھانا کھایا سو کر اٹھا تو دوسری حالت شروع ہوتی۔ اسلئے ظہر کی نماز پڑھے عصر کے وقت تقریباً ہر شخص اپنے کاروبار سے فارغ ہوا سیر و تفریح کا وقت ہوا۔ یہ بھی ایک حالت ہے۔ اسلئے عصر کی نماز پڑھے۔ مغرب کے وقت دن جا رہا ہے۔ آفتاب اپنا سنہری چہرہ چھپا رہا ہے وہ کروٹ بدل رہا ہے۔ اب مغرب کی نماز پڑھو۔ عشاء کا وقت آیا۔ رات ہو گئی۔ دن رخصت ہوا تاریکی چھانے لگی نیند آنے لگی کیا معلوم یہ آخری نیند ہو اور صرف قیامت ہی کو اٹھنا ہو اسلئے اب بھی عبادت کرو۔ عشاء کی نماز پڑھ کر آرام کرو۔

تعداد رکعات

نماز کی رکعتیں مختلف اسی لئے ہیں کہ در اصل یہ انبیاء کی یادگاریں ہیں جس طرح قربانی خلیل اللہ کی یادگار ہے۔ انہیں کی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے رب تعالےٰ نے ہر مسلمان کے لئے قربانی واجب کی ہے۔ اسی طرح یہ نمازیں مقبولانِ بارگاہ الٰہی کی ادائیں ہیں۔ ان کے وہ افعال جو رب العزت کو پسند آگئے۔ وہ سب مسلمانوں پر فرض کر دیئے گئے۔ فجر کی دو رکعت آدم علیہ السلام نے پڑھی۔ ظہر کی چار ابراہیم خلیل اللہ نے ادا فرمائیں۔ اس لئے ہمیں بھی حکم دیا گیا۔ کہ اتنی ہی رکعتیں پڑھیں طبیب کے نسخے میں دوائیوں کی مختلف مقدار ہوتی ہے۔ جو طبیب اپنی حکمت و دانائی کی بنا پر قائم کرتا ہے۔ اسی طرح نماز کی رکعتیں روحانی نسخہ ہیں جو طبیب مطلق رب العزت جل مجدہٗ نے مقرر فرمائی ہیں۔ اور ان میں حکمتیں ہیں۔ جن کے ادراک سے عقل انسانی قاصر ہے۔ صاحب روح البیان نے یہ بھی لکھا ہے کہ ملائکہ کے بازو مختلف ہیں کسی کے دو کسی کے تین کسی کے چار تو اللہ نے نمازوں کی رکعتیں بھی مختلف رکھیں کیونکہ یہ بھی روح کے بازو ہیں۔

قبلہ کی تعیین

قبلہ کی تعیین کی یہ حکمت ہے کہ کعبہ معظمہ زمین کی جڑ ہے کیونکہ زمین وہیں سے پھیلی ہے۔ لہٰذا حکم دیا گیا ہے کہ نمازی اسی کی طرف منہ کر لے۔ تاکہ نمازی کا جسم اپنے اجسام کی اصل کی طرف رہے۔

بہر حال یہ اسرار اور حکمتیں وہ ہیں جو انسان نے سمجھیں اور بیان کر دیں۔ ورنہ نماز کی حکمت اور فلسفہ صرف یہ ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کا حکم ہے۔ مانوگے اس کی خوشنودی حاصل کروگے اور نہ مانوگے تو عذاب کے مستحق ہوگے اور بس

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

واضح ہو کہ مامور بہ یعنی وہ کام جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دو قسم پر ہیں۔ غیر موقت یعنی جن کا کرنا کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ جیسے زکوٰۃ عشر نذر مطلق وغیرہ۔ زکوٰۃ کا سبب مالک نصاب ہونا ہے۔ اور اس کی شرط ایک سال گذرنا ہے۔ مگر اس کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جب بھی ادا کی جائے گی، ادا ہو جائے گی[۱]۔ دوسری قسم موقت ہے کہ جس کا تعلق ایک خاص وقت کے ساتھ ہے۔ اس وقت میں اس کو کیا جائے تو ادا ہے اور اس وقت مخصوص کے سوا اگر کیا جائے تو ادا نہ ہوگی بلکہ قضا ہوگی۔ اس کی مثال نماز ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے وقت مقرر ہیں۔ وقت پر نہ پڑھی گئی تو قضا ہو جائے گی۔

(۲) نماز کے اوقات۔ تعداد رکعات۔ شرائط و آداب کی پوری تفصیل تو قرآن مجید میں نہیں ملتی البتہ ان امور کا اجمالی ذکر ہے اور ان کے اصول قرآن نے بیان کئے ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ کی یہ آیت جس میں لڑائی کی حالت میں نماز ادا کرنے کا ذکر ہے اس سلسلہ میں ایک جامع آیت ہے۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا	پھر جب تم امن میں ہو تو خدا کو یاد کرو جیسے
عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ)	اس نے تمہیں تعلیم دی جس سے پہلے تم ناواقف تھے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نماز اور اس کے شرائط و آداب اللہ عزوجل نے اسی طرح تعلیم فرمائے ہیں جس طرح قرآن مجید کے اس اجمال کی تفصیل و تشریح سنت نبوی کے ذریعہ احادیث میں تحریراً و مسلمانوں کے نسلاً بعد نسلٍ متفقہ تواتر عمل میں عملاً موجود ہے اور قرآن مجید میں اس کے عملی حوالے اور متعلقہ احکام بیان ہوئے۔

نماز کی پابندی اور اسکی نگہداشت

نماز کی مداومت کے لئے قرآن مجید میں ایک خاص لفظ محافظت کا استعمال ہوا ہے جس کے لفظی معنے نگرانی کے ہیں اور جس کی وسعت میں پابندی سے ادا کرنا۔ وقت پر ادا کرنا سب داخل ہیں۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ نمازوں کی نگرانی رکھو۔

---

[۱] مگر تاخیر سے گنہگار ہوگا۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِہِمْ یُحَافِظُوْنَ — وہ جو اپنی نماز کی نگرانی رکھتے ہیں۔ (معارج ۱)

اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِہِمْ دَائِمُوْنَ — وہ جو اپنی نماز ہمیشہ ادا کرتے ہیں۔ (معارج ۱)

ان آیات میں سب سے پہلی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی مسلمان سے کسی حال میں معاف نہیں اور اس کو ہمیشہ پابندی وقت اور اس کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے ا دا نماز کے لئے اوقات کے مقرر ہونے کی تصریح بھی قرآن نے کی۔

قرآن میں نماز کے اوقات

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ — بے شک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ فرض نمازوں کے لئے اوقات مخصوص ہیں، ادائے نماز کیلئے قرآن مجید نے زیادہ تر تین الفاظ استعمال کئے ہیں، اقامت الصلوٰۃ، صلوٰۃ، تسبیح، ذکر اللہ، پہلا لفظ اقامت صلوٰۃ نماز کے لئے مخصوص ہے لیکن دوسرا اور تیسرا لفظ عام تسبیح و تحمید و یاد الٰہی اور نماز کے لئے بولا جاتا ہے، احادیث میں بھی تسبیح کے معنے نماز پڑھنے کے ہیں (مسلم باب صلوٰۃ) اور اشعار عرب اور لغت عرب سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن میں جب تسبیح کے ساتھ وقت کی تخصیص ہوگی، تو اس سے کسی شبہ کے بغیر نماز کے علاوہ کوئی اور چیز مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ وقت مخصوص کے ساتھ اسلام میں نماز کے علاوہ کوئی عام تسبیح فرض نہیں ہے، البتہ اوقات کی تخصیص کے بغیر جہاں تسبیح کا حکم دیا گیا ہے اس سے اللہ عزوجل کی عام یاد و توصیف مراد ہوسکتی ہے قرآن پاک کی متعدد آیات میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے اوقات کا بالتصریح اور بالاجمال ذکر ہے، مثلاً سورہ طٰہٰ کی صرف ایک آیت سے اوقات پنجگانہ کی تفصیل کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِہَا وَمِنْ اٰنَاۤئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّہَارِ۔ طٰہٰ — اور اپنے پروردگار کی تحمید کر آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے کچھ وقت میں تسبیح پڑھ اور دن کے کناروں میں

آفتاب نکلنے سے پہلے فجر ہے، ڈوبنے سے پہلے عصر ہے، رات کے کچھ وقت سے مراد عشا ہے اور دن کے کناروں میں ظہر و مغرب ہے۔ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیتوں سے بھی اوقات پنجگانہ کا استدلال ہوسکتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (اسرآ۹) زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کر۔ یہ ظہر کی نماز ہے۔

۲۔ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ (ق۳۰) اور غروب آفتاب سے پہلے خدا کی تسبیح کر۔

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَۃً وَّ اَصِيْلًا (دہر۲) اور اپنے پروردگار کا نام لو صبح کو اور عصر کو یہ عصر کی نماز ہوئی۔ اسی کو وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ــــــ بیچ کی نماز سورہ بقر میں کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دن کی نمازوں میں ظہر اور مغرب کے بیچ میں واقع ہے۔

۳۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ (ہود۔۱۰) اور دن کے دونوں ابتدائی اور انتہائی کناروں میں نماز قائم کر۔ دن کا ابتدائی کنارہ صبح اور انتہائی کنارہ مغرب ہے۔ یہ فجر اور مغرب کی نماز ہوئی۔

۴۔ سورۂ نور میں ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے بے آواز دیئے زنانہ مکان میں مت جایا کرو۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ (نور۔۸) اس سے نماز فجر کا عملی ثبوت بھی ملتا ہے۔

۵۔ پھر اسی میں یہ ہدایت بھی ہے کہ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ " اور عشا کی نماز کے بعد" کہ مسلمانوں کو عشاء کی نماز کے بعد جو آرام کرنے اور کپڑے اتار دینے کا وقت ہے کسی مسلمان کے مکان میں بلا اجازت نہ جانا چاہیئے۔ یہ بھی نماز عشا کا عملی ثبوت ہے اور یہی پانچوں اوقات نماز ہیں۔

نماز کی شرطیں

واضح ہو کہ فرضیت نماز کا سبب حقیقی امر الٰہی ہے اور سبب ظاہری وقت ہے۔ صحت نماز کی چھ شرطیں ہیں کہ بے انکے ہوگی ہی نہیں طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، وقت، نیت، تحریمہ۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا اور اللہ عزوجل نے فرمایا بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے۔ وقت باندھا ہوا۔

5299

ہر نماز کے لئے وقت مقرر ہے اور اس کی محافظت فرض ہے

واضح ہو کہ شرع مطہر نے نماز کے لئے جُدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر جائز بلکہ فرض ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کیا جائے

زیرِ عنوان آیت کی تفسیر میں علامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی قدس سرہٗ العزیز نے تحریر فرمایا۔

یقتضی الکون لکل صلاۃٍ وقتا علیحدۃ ۔ یعنے مقتضا آیت یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی

اور یہ حکم عام ہے۔ مسافر و مقیم صحیح و مریض غرضکہ ہر مسلمان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ نماز کو اس کے وقت مقررہ میں ادا کرے۔ اللہ عزوجل نے محافظت والتزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا۔ بقرہ، نساء، مریم، مومنون، معارج، ماعون۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں۔

نوعِ اول۔ وہ احادیث جن میں محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب ہے۔ حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

(۱) وَ مَوَاقِیْتِہِنَّ وعلم انہن حق من عند اللہ دخل الجنۃ (امام احمد) جس نے ان پانچوں نمازوں کی محافظت کی اور یقین جانا کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں جنت میں جائیگا۔

(۲) اس مضمون کی حدیث کو مالک، ابوداؤد، نسائی و ابن حبان نے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کی (۳) ابوداؤد نے حضرت قتادہ سے (۴) ابوداؤد و طبرانی نے حضرت ابودرداء سے (۵) دارمی حضرت کعب بن عجرہ سے (۶) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے (۷) طبرانی نے انس بن مالک سے (۸) ابوداؤد نے حضرت فضالہ زہرانی سے (۹) بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی و دارمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے (۱۰) بیہقی نے بطریق عکرمہ جناب فاروق اعظم سے (۱۱) امام مالک نے حضرت نافع سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

نوعِ دوم۔ حدیث امامتِ جبریل جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جدا وقت معین کیا جن کا مضمون یہ ہے کہ جبرئیل امین نے بعد تعین اوقات عرض کی۔

بھذا امرت" قال ھکذا امرتہٗ ما بین ھذین وقت صلاۃ — اس کا حضور کو حکم دیا گیا ہے ایسا ہی حضور کو حکم دیا گیا ہے ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے

(۱) اس مضمون کی حدیثیں بخاری و مسلم، مالک، موطا و دارمی نے حضرت ابو مسعود انصاری سے (۲) طحاوی، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے (۳) نسائی و احمد و اسحٰق و ابن حبان و حاکم نے جابر بن عبداللہ سے (۴) طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیں۔

نوع سوم۔ وہ احادیث جن میں یہ ہے کہ سائل کے پوچھنے پر حضور نے امامنیں کرا کہ ہر نماز کا اول و آخر وقت بتایا اور پھر فرمایا۔

وقت صلاتکم ما بین ما رأیتم — نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا۔

(۱) اس مضمون کی احادیث مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی نے حضرت بریدہ سے (۲) مسلم، طحاوی، ابوداؤد و نسائی و ابن حبان نے حضرت ابوموسٰی اشعری سے (۳) مالک و نسائی و بزار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیں۔

نوع چہارم۔ وہ احادیث جن میں حضور نے پیش گوئی فرمائی کہ کچھ لوگ وقت گذار کر نماز پڑھا کریں گے، تم ان کا اتباع نہ کرنا اور یہ بات مطلقاً ارشاد فرمائی سفر و حضر کی تخصیص نہیں کی (۱) مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، احمد، دارمی، حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا، تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا۔ جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم ہے؟

قَالَ صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِہَا۔ — تو نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھنا۔

(۲) اس مضمون کی حدیث کو امام احمد و ابن ماجہ نے بسند صحیح حضرت عبادہ بن صامت سے (۳) ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا۔

نوع پنجم۔ وہ احادیث جن میں حضور اقدس نے صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا کہ جب ایک نماز کا وقت آیا۔ تو دوسری کا جاتا رہا، قضا ہوگئی اور اسکی مخالفت و مذمت فرمائی۔

(۱) مسلم، ابوداؤد، نسائی و عیسٰی بن ابان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے راوی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

وقت الظہر ما لم یحضر العصر — ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا

ووقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق	وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جبتک ہے کہ شفق نہ ڈوبے

(۲) مسلم وابوداؤد ابن ماجہ طحاوی وابن حبان حضرت ابو قتادہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوتے میں کچھ تقصیر نہیں، تقصیر تو جاگتے میں ہے۔

ان تؤخر صلوٰۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخریٰ۔	کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے

(۳) امام طحاوی حضرت ابن عباس سے راوی

قال لا تفوت صلاۃ حتی یجئی وقت الاخریٰ	نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری نماز کا وقت نہ آجائے۔

یعنی جب دوسری کا وقت آیا، پہلی قضا ہوگئی۔

(۴) امام بزار ومحی السنہ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص سے راوی کہ میں نے حضور علیہ السلام سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْن	خرابی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔
قال ھم الذین یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتھا۔	حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

(۵) ابو قتادہ عدوی جو اجلہ، اکابر وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انہیں صحابی کہا فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان سنا۔

ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین والفرار من الزحف والنھبۃ	کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں دو نمازیں جمع کرنا جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹنا

واضح ہو کہ یہ حدیث موطا کی ہے جو اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس کے سب رجال اسمٰعیل بن ائمہ ابہیم ابن علیہ سے اخیر تک آئمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں۔

ان تمام آیات واحادیث سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوا کہ ہر نماز کے لئے خاص وقت جدا گانہ مقرر ہے کہ نہ اس سے پہلے پڑھنا جائز اور نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت ہے (۲) ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا فرض ہے (۳) سوا ظہرین عرفہ وعشائین مزدلفہ کے دو نمازوں کو قصداً

ایک وقت میں جمع کرنا سفراً حضراً کسی طرح جائز نہیں رہا، نماز کے لئے تعین اوقات قرآن عظیم کی آیات اور حضور سید العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے قطعی الثبوت ہے اور اس کے خلاف کیلئے دلیل ویسی ہی قطعی چاہیئے۔ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضمحل

صلوٰۃ کے معنی

لغت میں صلوٰۃ کے معنے دعاء کے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا وصل علیھم اور حدیث میں ہے وان کان صائما فلیصل اس آیت اور حدیث میں صلوٰۃ کے معنے دُعاء ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ صلوٰۃ کا اشتقاق صلوین سے ہے اور صلوین، سُرین کی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا۔ صلوٰۃ "صلی" سے مشتق ہے جس کے معنے بانس کو انگاروں پر رکھ کر سیدھا کرنے کے ہیں۔ بعض نے کہا صلوٰۃ کے اصل معنی رحمت کے ہیں۔ لہذا صلوٰۃ کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ رحمت ہے۔ یا اسلئے کہ اس میں نمازی رکوع و سجود میں اپنے سرین ہلاتا ہے یا اسلئے کہ صلوٰۃ سے آدمی راہ راست پر آجاتا ہے۔ توجس کی کجی نماز سے جاتی رہے۔ قیامت کے دن اسے آگ سے سیدھا کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ علماء نے فرمایا صلوٰۃ کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ مصلی امام کا تابع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے (دلاعکس)

سہو امام سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم آتا ہے۔

مقتدی کو امام سے پہلے رکوع و سجود ممنوع ہے۔

امام کا سترہ مقتدیوں کے حق میں بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ہر وہ عبادت جو تعظیم و خشیّتِ خالق کے لئے ہو اس کو صلوٰۃ کہہ سکتے ہیں۔ اور اس معنیٰ میں صلوٰۃ افراد انسانی کے ساتھ خاص نہیں رہتی بلکہ تمام مخلوقات کے لئے مشترک ہوجاتی ہے تو ہر چیز کی صلوٰۃ اس کے مناسب حال ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا۔ کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مخلوقات وظیفہ صلوٰۃ میں مشترک ہیں۔ البتہ اس کی نوعیت وصورۃ میں فرق ضرور ہے۔ جیسے سجدہ ہی کو لے لیجئے، تمام مخلوقات اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہے، وللہ یسجد من فی السموات والارض۔ لیکن سجدہ کی صورت میں فرق ہے۔ انسان کے سجدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے سات

اعضاء پر سجدہ کرتا ہے۔ اور دوسری اشیاء کے سجدہ کی صورت اور ہے۔

نماز کی اہمیت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو آپ کو ملا وہ نماز کا تھا۔ یاایھا المدثر۔ قم فانذر و ربک فکبر۔ یہ ہی نماز کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ نماز تکمیل کے مدارج طے کرتی ہوئی اس نقطہ پر پہنچ گئی جو روحانی معراج کی آخری سرحد ہے۔

قرآن پاک کی تصریح کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو نماز کی تعلیم نہ دی ہو۔ اور اس کی تاکید نہ کی ہو۔ خصوصاً ملت ابراہیمی میں تو اس کی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت لقمان، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا ان سب جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق قرآن پاک نے بتایا۔ یہ سب کے سب نماز پڑھتے تھے۔ اپنے اہل و عیال اور اپنی قوم کو نماز کا حکم دیتے تھے۔ دیکھو سورہ مریم، ہود، انبیاء، لقمان، ابراہیم، طٰہٰ، یونس، مائدہ، آل عمران۔

قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی و عیسائی نماز پڑھتے تھے (آل عمران ۱۲) حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہودیوں کی طرح ننگے نماز نہ پڑھو۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۲ تا ص ۱۲۱)

نماز اسلام کا سب سے اہم و اکرم فریضہ ہے۔ عبادات میں سب سے اشرف و افضل نماز ہی ہے قرآن پاک میں تقریباً سو مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر اور اس کی بجا آوری کی تاکید آئی ہے اور اس کے ادا کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی علامت اور اس کا ترک کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا۔ اور اسکی تکمیل اس شبستان قدس میں ہوئی جسکو معراج کہتے ہیں۔

واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین (روم ۴)	اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

آیت بالا سے ایک تو توحید و ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ثابت ہوئی اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ترکِ نماز سے کفر و شرک میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ جب دل

کی کیفیت کو بیرونی اعمال کے ذریعہ نہ بڑھانے رہا جائے۔ تو خود اس کی کیفیت کے دایمان، زائل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام نے ہمیشہ خاص طور سے نماز پر زور دیا۔ اور اس کے تارک کے متعلق شرک و کفر کا ڈر ظاہر فرمایا ہے

روزِ محشر کہ جانِ گداز بود
اوّلین پرسشِ نماز بود

تارک صلوٰۃ کافر ہے

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے، سوا نماز کے۔ بہت سی ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کرنا کفر ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت فاروقِ اعظم، عبدالرحمان بن عوف، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ہی مذہب تھا بعض ائمہ کرام مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک و امام نخعی کا بھی یہ ہی مسلک ہے البتہ ہمارے امام ابوحنیفہ و دیگر ائمہ کرام نیز کثیر صحابہ کرام تارک صلوٰۃ کی تکفیر نہیں کرتے مگر کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل بحث کے لئے اہلِ علم حضرات نیل الاوطار نووی عینی کا مطالعہ کریں (۲) ہر مکلف یعنے یعنی عاقل و بالغ پر نماز فرض عین ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی، وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو، قید کیا جائے حتیٰ کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ مالک، احمد، شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطانِ اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے (درمختار) (۳) نماز خالص عبادت بدنی ہے۔ اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہیں پڑھ سکتا (۴) فرضیت نماز کا سبب اصلی امر الٰہی ہے۔ اور ظاہری سبب وقت ہے کہ اول وقت سے آخر وقت تک جب بھی پڑھے ادا ہو جائے۔ اور فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (۵) بچہ کی جب سات برس کی عمر ہو جائے۔ تو اس کو نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے اور وہ نہ پڑھے، تو سختی سے پڑھوانی چاہیئے۔

عبادت میں میانہ روی اختیار کی جائے

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ حضور مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسی رسی ہے؟ صحابہ نے جواباً کہا۔ یہ حضرت زینب کی رسی ہے۔ وہ تہجد پڑھتی ہیں پس جب نیند آنے لگتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہیں۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں اسکو کھول دو تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنی طبیعت کی خوشی تک نماز پڑھے اور جب اُکتا جائے تو بیٹھ جائے۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ آدمی اسی قدر نفلی عبادت کرے جتنی کہ ذوق و شوق کے ساتھ کر سکے۔ کیونکہ ایسی ریاضت و عبادت جس سے آدمی اُکتا جائے۔ وہ ہمیشہ نبھ نہیں سکتی۔ اور بہترین عمل وہی ہے جو ہمیشہ کیا جا سکے (۲) یہ خاتون خولہ بنت زینب تھیں۔ جو ساری رات تہجد پڑھتی تھیں اور جب نیند آتی تو رسی سے لٹک جاتی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کے اس فعل پر انکار فرمایا۔ اور یہ تعلیم دی کہ عبادت میں ایسی سختی اچھی نہیں ہے کہ وہ آدمی کے لئے بوجھ بن جائے۔

کیا کثرت عبادت ممنوع ہے؟

واضح رہے کہ وہ تمام حدیثیں جن میں کثرت عبادت کی ممانعت آئی ہے تو یہ نہی صرف ایسے افراد کے لئے آئی ہے۔ جو عبادت و ریاضت میں ایسے مشغول و مصروف ہو جائیں کہ حقوق العباد تک تلف ہو جائیں۔ اور عبادت ان کیلئے بار ہو جائے۔ لیکن وہ لوگ جنہیں کثرت عبادت میں دقت نہ ہو۔ بلکہ عبادت ان کی غذا بن جائے تو ایسے افراد کے لئے کثرت عبادت ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ محمود و مطلوب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون

(۲) نبی علیہ السلام کی عبادت ایسی ہوتی تھی کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے تھے (بخاری) رمضان کے آخری عشرہ میں حضور ساری رات عبادت میں گذار دیتے تھے (مسلم) حضرت

عثمان غنی و حضرت عمر فاروق ساری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے (ابن کثیر) غرضیکہ مطلقاً کثرت عبادت ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ ایسی کثرت جس کی طاقت نہ ہو اور طبع پر گراں ہو۔ اسکی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ اس باب میں حضور علیہ السّلام کی اصولی ہدایت یہ ہے۔

علیکم مَا تطیقون من اعمال (بخاری) تم اتنے عمل کو لازم پکڑو جس کی طاقت رکھتے ہو۔

ظاہر ہے کہ طبائع قوت وضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو ایک شئے کی طاقت رکھتے ہیں اور دوسرے اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ غرضیکہ حدیث بذا میں ایسی کثرتِ عبادت کی ممانعت کی گئی ہے۔ جو انسان کی برداشت سے باہر ہو۔ چنانچہ حدیث زیر بحث کے آخری جملوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔

لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نِشَاطَهٗ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اتنی نفلیں پڑھے جتنی کہ خوش دلی کے ساتھ پڑھ سکے۔

[illegible] کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ساری رات قیام کر سکے اور ساری رات کی عبادت گذاری اس کو دشوار نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں۔

امام کو مسائل شریعت بتانا لازمی ہے

امام کے لئے ضروری ہے کہ حسب موقع و محل مقتدیوں کو نماز کے احکام و مسائل بتائے مثلاً صف بندی کی تاکید، ارکان نماز کی حسب مسنون ادائیگی، خشوع و خضوع، رکوع، سجود، قومہ، (جلسہ) وغیرہ امور کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کا فرض ہے کہ وہ امام سے مسائل نماز سیکھیں۔ حضور علیہ السّلام کا یہ ہی طریقہ تھا کہ نماز کے بعد لوگ نماز میں جو کوتاہی کرتے اس کی نشاندہی فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَ لَا رُکُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو میرا قبلہ یہ ہے۔ بخدا مجھ پر نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ رکوع میں تمکو پس پشت سے دیکھتا ہوں۔

هل ترون قبلتی الخ استفہام انکاری ہے۔ مقصود یہ بتانا ہے کہ رویت جہتِ قبلہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام جہات میری پیشِ نظر ہیں ——— جمہور علماء نے فرمایا یہ بات

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ جیسے آگے سے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے کے حالات سے بھی باخبر رہتے تھے۔ اور رویت سے مراد ادراکِ حقیقی ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو علاماتِ نبوت میں بھی ذکر کیا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کے دونوں مونڈھوں کے درمیان سوئی کے ناکے کی طرح دو آنکھیں تھیں جن سے پیچھے کے لوگوں کو دیکھ لیتے تھے لیکن مونڈھوں کے درمیان آنکھوں کا ہونا غالباً شارحین کا قیاس ہے۔

اس کے علاوہ حدیث میں صرف پیچھے کی طرف دیکھنے ہی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے۔ ولا خشوعکم کہ مجھ پر تمہارا خشوع بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے قرآن مجید میں فرمایا۔ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون اور خشوع وخضوع ایسی چیز نہیں جو آنکھوں سے نظر آسکے مگر نگاہِ نبوی سے قلوب کی کیفیات بھی پوشیدہ نہیں ہیں ؎

اے فروغت صبح آثار و دہور   چشم تو بینندہ مافی الصدور

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھیں عام آنکھوں کی طرح نہ تھیں۔ حضور آگے پیچھے اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے اور یہ کہ افعال وارکانِ نماز کو مسنون طریقہ سے ادا کرنا چاہیئے اور امام سے پہلے رکوع وسجدہ میں نہیں جانا چاہیئے۔

اذان و مؤذن کے فضائل و احکام

حضور علیہ السلام نے فرمایا (۱) مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی (مسلم احمد وابن ماجہ) علامہ عبدالرؤف مناوی نے تیسیر میں لکھا کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ اور معنی حدیث یہ ہیں کہ مؤذن رحمت الٰہی کے بہت امیدوار ہوں گے کیونکہ جس کو جس چیز کی امید ہوتی ہے اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ ان کے ثواب بہت ہیں یا کہ وہ قیامت کے دن شرمندہ نہ ہوں گے۔ کیونکہ جو شرمندہ ہوتا ہے اس کی گردن جھک جاتی ہے (۲) مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے۔ اس کیلئے مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر تر وخشک جس نے اس کی آواز سُنی اس کی تصدیق کرتا ہے یا گواہی دیتا ہے (احمد) (۳) آذان دینے والا جو محض ثواب کیلئے آذان دیتا ہے۔ اس شہید کی طرح ہے جو خون میں آلودہ ہے۔ قبر میں اس کے کیڑے نہیں پڑیں گے (طبرانی)

(۴) اذان دافع عذاب و بلا ہے (طبرانی) (۵) حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی (احمد) (۶) جس نے بارہ برس اذان دی جنت اس کے لئے واجب ہو گئی اور اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی (ابن ماجہ و حاکم) (۷) جو سال بھر اذان کہے اور اجرت طلب نہ کرے وہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جاوے گا۔ اور اس سے کہا جائیگا کہ جس کے لئے تو چاہے شفاعت کر (ابن عساکر) (۸) اذان کے وقت دعا بہت کم رد ہوتی ہے (ابو الشیخ عن انس) اس طرح کی بہت فضیلتیں احادیث میں ان مؤذنوں کے لئے وارد ہوئی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں اور اجرت طلب نہیں کرتے ہیں۔ عجب زمانہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں لوگ اول تو اذان کہتے نہیں اور جو خلوص کے ساتھ اذان دے بھی تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس پر ملاّ کی پھبتی کستے ہیں اور یہ سب کچھ دین سے بے رغبتی اور بے تعلقی کی وجہ ہے۔

سُنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سُنا رہے ہیں

اذان کا جواب دینا واجب ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا جب اذان سنو تو اللہ کے داعی کا جواب دو (طبرانی) (۲) جب مؤذن اذان کہے تو سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو (ابن ماجہ) مومن کو بدبختی و نامرادی کے لئے کافی ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور جواب نہ دے (۴) حضور علیہ السلام نے مستورات سے فرمایا جب تم بلال کو اذان و اقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کلمے کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا اور ہزار درجے بلند فرمائے گا اور ہزار گناہ محو کرے گا۔ اور مردوں کیلئے دوگنا ثواب ہے (ابن عساکر) (۵) اذان کا جواب دینے والے کی مغفرت ہو گی وہ جنت میں داخل ہو گا (مسلم و ابو الشیخ) ان احادیث سے واضح ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ مؤذن جو کلمہ کہے تو اسکے بعد سننے والا بھی وہی کلمے کہے۔ مگر حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے (۶) جنبی بھی اذان کا جواب دے مگر حیض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نماز جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضا حاجت میں ہو ان پر جواب

نہیں (۳) جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لئے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کردے اور بغور اذان سُنے۔ اور جواب دے یونہی اقامت میں بھی (۴) راستہ میں اذان کی آواز آئی تو رک جائے اور کھڑا ہو کر اذان سُنے اور جواب دے (۵) چند اذانیں سُنے تو پہلی ہی کا جواب دے۔ مگر بہتر ہے کہ سب کا جواب دے (۶) خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں (۷) جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اور اس کے بعد دعا اللھم رب ھذہ الدعوۃ پڑھیں، جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہدایت موجود ہے (۸) جب مؤذن اشھد ان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور انگوٹھوں کو بوسہ دیکر آنکھوں پر لگائے اور کہے قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بعض لوگ انگوٹھے چومنے کو بلا دلیل شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ لیکن آپ یہ سوچئے کہ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم کے لئے چومنا شرک یا بدعت ہو سکتا ہے نیز حضور نے فرمایا۔

مِنَ الْجَفَاءِ ان تسمع المؤذن ثم لا یقول مثل ما یقول (ابن ابی شیبہ)	یہ بھی ظلم ہے کہ تو اذان سُنے اور جو مؤذن کہتا ہے تو نہ کہے۔

ظاہر ہے وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔ اور مستحب کے تارک کو ظالم نہیں کہہ سکتے (عینی۔ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳) اسی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔

اذان سُن کر حضور کیلئے دعا کی جائے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن اذان دے تو جو وہ کہے تم بھی وہی کہو۔

ثم صلوا علیّ فانہ من صلی صلاۃ صلی اللہ علیہ بھا عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا ینبغی لاحد الا لعبد من عباد اللہ وارجو ان اکون انا ھو فمن سأل اللہ لی الوسیلۃ حلت لہ الشفاعۃ (مسلم)	پھر مجھ پر درود پڑھو اور جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے یہ مقام اللہ کے خاص بندے کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس مقام پر میں فائز ہونگا۔ تو جس نے اللہ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی

اس کے لئے میری شفاعت اس کے لئے حلال ہوگئی۔ (مسلم۔ ابو داؤد و نسائی)۔

مقام محمود وہ جگہ ہے جس پر جلوہ گر ہو کر حضور شفاعت فرمائیں گے۔ تمام اولین و آخرین تلاش شفیع میں سرگرداں ہونگے جلیل القدر انبیاء کرام تک اذھبوالی غیری۔ فرمائیں گے۔ مگر صرف اور صرف حضور کی زبان پر انا لھا ہو گا حضور کی اس عظمت و رفعت بزرگی و شان کو دیکھ کر اولین و آخرین حضور کی ثنا کریں گے۔ اسی لئے اس مقام کو محمود کہتے ہیں۔ حدیث ابو ہریرہ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ھو المقام الذی اشفع فیہ لامتی (عینی ج ۲ ص۲۴۱) یہ مقام وہ ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

ابن جوزی نے کہا مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ بعض نے کہا عرش پر یا کرسی پر حضور علیہ السلام کا کھڑا ہونا مراد ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے کہ اولین و آخرین اس وقت حضور کی تعریف کریں گے۔ اور کل عالم پر حضور کے فضل و شرف کا اظہار ہو گا۔

تسأل تعطی تشفع فتشفع لیس احد الا تحت لوائک (عینی ج ۲ ص۲۴۱) مانگئے آپ دیئے جائیں گے سفارش کیجئے وہ قبول کی جائیگی۔ سبھی آپ کے جھنڈے تلے ہیں۔

(۲) سوال پیدا ہوتا ہے مقام محمود تو حضور علیہ السلام کو حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرما لیا ہے۔ پھر اس کے لئے دعا کی کیا ضرورت؟ جواب یہ ہے کسی حاصل شدہ نعمت کیلئے دعا کرنا یا کرانا یہ ہی شان عبدیت ہے اور بعض اوقات حاصل شدہ نعمت کے دوام و بقا کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کسی دوسرے سے دعا کرانا اور اس کی دعا سے اپنی ضروریات میں استعانت کرنا (خصوصًا صالحین امت سے دعا کرانا) جائز ہے۔ (عینی جلد ۲ ص۲۴۱)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں بلا ضرورت شرعیہ اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ مگر جو کسی عذر کی وجہ سے جائے۔ مثلاً بول و براز کی حاجت ہو گئی یا کوئی ضروری کام ہے اور واپسی کا ارادہ رکھتا ہے۔ یعنی قبل قیام جماعت واپس آنے کا ارادہ ہے۔ یا دوسری مسجد کی جماعت کا منتظم ہے تو اسے

۲ اذان کے بعد مسجد سے جانا جائز ہے (۵)، اسی طرح اگر کوئی اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے تو اذان کے بعد مسجد سے جا سکتا ہے مگر ظہر و عشاء میں اقامت ہو گئی تو نہ جائے نفل کی نیت سے شریک ہو جائے اور باقی تین نمازوں (فجر عصر و مغرب میں) اگر تکبیر ہو گئی اور یہ تنہا پڑھ چکا ہے۔ تو باہر نکل جانا ضروری ہے۔ کیونکہ فجر و عصر و مغرب میں بطور نفل شریک نہیں ہو سکتا اور مسجد میں ٹھہرے رہنے میں لوگ بے نمازی ہونے کا گمان کریں گے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا " اذان کے بعد مسجد سے نہیں نکلتا مگر شیطان"

اذان خارج مسجد دی جائے

آج کل عام رواج ہو چکا ہے کہ مسجد کے اندر کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں، جو خلافِ سنت اور مکروہ ہے اذان خواہ نماز پنجگانہ کی ہو یا خطبہ جمعہ کی۔ بہرحال سنت یہ ہے کہ خارج مسجد دی جائے یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔

وضو اور اس کے اہم مسائل

اگرچہ وہ آیت جس میں وضو کا بیان ہے، مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ مگر وضو اس سے پیشتر مکہ میں فرض ہو چکا تھا۔ انبیاءِ سابقین کی شریعتوں میں بھی وضو تھا، مگر یہ بات صرف اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیہ کی خصوصیات سے ہے کہ قیامت کے دن وضو کی وجہ سے ان کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں چمکتے ہوں گے۔ وضو کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری امت کے ہاتھ، پاؤں اور منہ وضو کی وجہ سے چمکتے ہوں گے (بخاری و مسلم)

۲۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو کامل وضو کرے اور پھر اشھد اَن لا اِلٰہ الخ تک پڑھے۔ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مسلم شریف)

۳۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے۔ تو کلی کرنے سے مُنہ کے گناہ، ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کے گناہ، سر کا مسح کرنے سے سر کے گناہ اور پاؤں دھونے سے پاؤں کے گناہ دُھل جاتے ہیں (نسائی)

۴۔ نیز فرمایا۔ اس پر مغرور نہ ہو نا کہ گناہوں کا ارتکاب شروع کر دو۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ وضو میں سب گناہ دھل جائیں گے۔

۵۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ کہہ کر وضو کیا، سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہو گیا۔ (دار قطنی)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کو یہ بصیرت حاصل تھی کہ آپ جب لوگوں کا آب وضو دیکھتے تو بعینہ ان گناہوں کو پہچان لیتے، جو دُھل کر پانی میں گرتے۔ ایک مرتبہ جامع مسجد کوفہ میں ایک نوجوان وضو کر رہا تھا۔ اس کا پانی جو ٹپکا تو امام نے فرمایا، میرے بیٹے ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر۔ چنانچہ اس نے توبہ کی۔ ایک شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا۔ اے بھائی زنا سے توبہ کر۔ ایک شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا، شراب پینے اور لہو و لعب سے توبہ کر۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کی۔ غرض کہ بزرگانِ دین اولیاء کرام آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وضو کے پانی سے گناہ دُھلتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الخ	اے ایمان والو! جب تم وضو کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔ پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

قرآن پاک میں وضو کے چار فرض بیان ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قرآن کے شارح ہیں۔ آپ نے وضو کرنے کا مفصل طریقہ اُمت کو بتایا۔ انہیں وضو کی احادیث سے فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل مسائل معلوم کئے۔ جو آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔

چار چیزوں کیلئے وضو کرنا فرض ہے

(۱) ہر نماز کے لئے خواہ وہ فرض ہو، یا سنت یا نفل، جبکہ بے وضو ہو۔

(۲) قرآن شریف کے سجدہ کے لئے۔ (۳) نماز جنازہ کے لئے۔

۴۔ قرآن کریم کو چھونے کے لئے جبکہ غسل کی حاجت نہ ہو۔

فائدہ۔ طوافِ کعبہ کے لئے وضوء کرنا واجب ہے۔

آٹھ چیزیں جن کیلئے وضو کرنا سنت ہے

یعنی ان کے لئے وضو کرو۔ تو ثواب ہے اور نہ کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اگرچہ موجب عذاب نہیں۔ (۱) اذان (۲) تکبیر (۳) جمعہ اور دونوں عیدوں کے خطبے کے لئے (۴) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضہ کی زیارت کے لئے (۵) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کے لئے (۶) عرفہ میں ٹھہرنے کے لئے (۷) غسل فرض سے پہلے (۸) جس شخص پر غسل فرض ہو اسے کھانا کھانے، پانی پینے اور سونے سے پہلے۔

۲۶ چیزیں جن کیلئے وضو کرنا مستحب ہے

یعنی وضوء کرو تو ثواب ہے اور نہ کرنے پر کچھ گناہ نہیں۔

۱۔ سونے سے پہلے۔

۲۔ سونے کے بعد۔

۳۔ مردے کو نہلانے کے بعد۔

۴۔ مردے کو اٹھانے کے بعد۔

۵۔ عورت سے صحبت کرنے سے پہلے۔

۶۔ جب غصہ آجائے اس وقت

۷۔ زبانی قرآن شریف پڑھنے کے لئے۔

۸۔ حدیث شریف اور علمِ دین پڑھنے اور پڑھانے کے لئے۔

۹۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کے علاوہ اور خطبوں کے لئے۔

۱۰۔ دینی کتابیں چھونے کے لئے۔

۱۱۔ شرمگاہ چھونے کے بعد۔

۱۲۔ جھوٹ بولنے کے بعد۔

۱۳۔ گالی دینے کے بعد۔

۱۴۔ فحش لفظ نکالنے کے بعد۔

۱۵۔ کافر سے بدن چھو جانے کے بعد۔

۱۶۔ بغل کھجانے کے بعد جب اس میں بدبو ہو۔

۱۷۔ غیبت کرنے کے بعد۔

۱۸۔ علاوہ نماز کے قہقہہ لگانے کے بعد۔

۱۹۔ لغو شعر پڑھنے کے بعد۔

۲۰۔ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد۔

۲۱۔ کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل مس ہو جانے کے بعد

۲۲۔ وضو ہوتے ہوئے کسی نماز کیلئے وضوء کرنا۔

۲۳۔ ہمیشہ باوضو رہنے کے لئے۔

۲۴۔ ہر گناہ کے بعد۔ (۲۵) ہر گناہ کے بعد وضو کرنا اگرچہ پہلے سے وضو ہو۔

وضو کے چار فرض ہیں

اوّل منہ دھونا شروع پیشانی سے (یعنی جہاں سے بال جمنے کی انتہا ہو) ٹھوڑی تک طول میں اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک منہ ہے۔ اس حد کے اندر جلد کے ہر حصہ پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔

فائدہ کسی عضو کو دھونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہہ جائے۔ صرف عضو کو بھگو لینے یا تیل کی طرح پانی سے چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند پانی بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے۔ نہ اس سے وضو و غسل ادا ہوگا۔ اس کا لحاظ ضرور کیجئے۔ بہت لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

مسائل فرض اول منہ دھونے میں امور ذیل کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) پانی ماتھے کے سرے پر پڑے۔

۲۔ بالوں کی لٹیں اُٹھا کر پانی بہایا جائے۔

۳۔ جس شخص کے سر کے اگلے حصہ کے بال اُڑ گئے یا اُگے ہی نہیں اس پر وہیں تک منہ دھونا فرض ہے جہاں تک عادتاً عام طور پر بال ہوتے ہیں۔

۴۔ اگر عادتاً جہاں تک بال ہوتے ہیں، اس سے نیچے تک کسی کے بال اُگے ہوں۔ تو ان زائد بالوں کا جڑ تک دھونا فرض ہے (در مختار)

۵۔ مونچھوں یا بھوؤں یا بچی کے بال گھنے ہوں کہ کھال بالکل دکھائی نہ دے۔ تو جلد کا دھونا فرض نہیں۔ بالوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا بھی فرض ہے۔

۶۔ اگر مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپا لیں تو اگرچہ گھنی ہوں تو مونچھیں ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔

۷۔ لبوں کا وہ حصہ جو عادتاً منہ بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

۸۔ ڈاڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں۔ تو کھال کا دھونا فرض ہے اور اگر ڈاڑھی کے بال گھنے

ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے دائرے میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو چہرے کے دائرے سے نکل جائیں انکا دھونا ضروری نہیں۔

۹۔ اگر داڑھی کے بال کچھ حصہ میں گھنے ہوں۔ وہاں کا دھونا فرض ہے اور جہاں چھدرے ہوں اس جگہ کی کھال کا دھونا فرض ہے (در مختار)

۱۰۔ رخسار اور کان کے درمیان جو جگہ ہے، جس کو کنپٹی کہتے ہیں۔ اس کا دھونا بھی فرض ہے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ کرنا چاہیئے۔ ورنہ وضوء نہ ہوگا۔

۱۱۔ نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی بہانے میں نتھ کو حرکت دیں۔ تاکہ پانی بہہ جائے۔ آنکھ کے کوئے پر پانی بہانا اور پلک کے ہر ایک بال کا پورا پورا دھونا فرض ہے۔

وضو کا دوسرا فرض (۱) ہاتھ دھونا۔ یا در کھو ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا فرض ہے کہنیوں سے ناخن تک اگر کوئی جگہ ذرہ بھر بھی دھلنے سے رہ جائیگی تو وضو نہ ہوگا۔

۲۔ کلائی کے بالوں کی جڑیں اور پورے بالوں پر پانی بہانا فرض ہے۔ اگر کسی ایک بال کی نوک بھی دھلنے سے رہ گئی تو وضوء نہ ہوگا۔

۳۔ ناخن کے اندر کا میل معاف ہے۔

۴۔ انگوٹھیاں چوڑیاں کنگن وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو ان کو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جائے تو ہلانا ضروری ہے اور اگر ایسے ڈھیلے ہیں کہ بغیر ہلائے جلد تک پانی بہہ جائے۔ تو ہلانا ضروری نہیں۔

۵۔ ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں انگلیوں کی کروٹیں۔ ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے۔ کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک اور کہنی ان سب پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ اگر ایک ذرہ بھر بھی رہ گیا یا ایک بال کی نوک بھی دھلنے سے رہ گئی تو وضوء نہ ہوگا۔

۶۔ اگر پانچ کی جگہ چھ انگلیاں ہیں۔ تو سب کا دھونا فرض ہے۔

۷۔ کسی شخص کا کہنی تک ہاتھ کٹ گیا۔ مگر کہنی کا کچھ حصہ باقی ہے۔ تو اس کا دھونا ضروری ہے

اور اگر کہنی سمیت کٹا ہے۔ تو کٹی ہوئی جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔ (بحر)

۸۔ اگر کسی کے ہاتھ کے ساتھ دوسرا زائد ہاتھ بھی ہو اور وہ دونو گرفت کا کام کرتے ہیں تو دونو کا دھونا فرض ہے۔ (درمختار)

۹۔ اگر کسی کا ناخن اتنا بڑھ گیا کہ اس نے کچھ پورے کو گھیر لیا، اور اس کے نیچے پانی نہ بہا تو ناخن کو کاٹ کر اس کے نیچے پانی بہانا ضروری ہے۔

وضو کا تیسرا فرض

چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے

مسئلہ ۱۔ سر پہ بال نہ ہوں تو کھال کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح کرنا فرض ہے۔

مسئلہ ۲۔ سر سے بال لٹک رہے ہوں، ان کا مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔ (طحطاوی)

مسئلہ ۳۔ اگر کسی شخص نے مسح کرنے کے بعد بال منڈائے تو اسکو دوبارہ مسح کرنیکی حاجت نہیں (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۴۔ پیشانی کی طرف سر کے مسح کو شروع کرنا سنت ہے (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۵۔ اگر کسی شخص نے تین بار سر پہ مسح کیا۔ ہر بار نیا پانی بھی لیا، تو یہ مکروہ ہے (رد المحتار)

مسئلہ ۶۔ جس شخص نے پورے سر کا مسح کرنا چھوڑ دیا تو وہ گنہگار ہوگا۔ (درمختار)

مسئلہ ۷۔ عمامہ یا دوپٹے پہ مسح کرنا کافی نہیں ہے۔ (بحر و مواج)

وضو کا چوتھا فرض

ٹخنوں سمیت پاؤں کا دھونا۔

مسئلہ ۱۔ دونوں ٹخنوں کا وضو میں دھونا فرض ہے (درمختار)

مسئلہ ۲۔ اگر کسی کے پاؤں کی انگلی ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں کہ انکے درمیان پانی نہیں پہنچے گا تو اس کو ان انگلیوں میں خلال کر کے پانی پہنچانا فرض ہے (درمختار)

مسئلہ ۳۔ بعض آدمی کسی بیماری کی وجہ سے انگوٹھوں میں بہت زیادہ کھینچ کر تاگا باندھ لیتے ہیں، پانی کا بہانا درکنار تاگے کے نیچے بھی پانی نہیں پہنچتا۔ لہذا ان کو اس تاگے کو علیحدہ کر کے اس جگہ پانی کا بہانا فرض ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۴۔ عورتوں کے پاؤں میں چھلے اگر ایسے تنگ ہوں کہ ہلانے سے ان کے نیچے پانی بہہ جائیگا تو ان کو ہلانا فرض ہے۔ ورنہ ان کو اُتار کر اس جگہ پانی بہانا فرض ہے (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۵۔ اگر پاؤں میں پھٹن ہے اور اس میں موم یا اور کوئی دوا لگا دی ہے۔ اور اس دوا پر پانی کا بہا دینا کافی ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۶۔ اگر پاؤں کی پھٹن میں دوا پر ٹھنڈے پانی کا بہانا نقصان دیتا ہے۔ تو گرم پانی سے دھونا فرض ہے اور اگر دونوں نقصان دیتے ہیں تو صرف مسح کرنا کافی ہے۔

وضو کی سنتیں سولہ ۱۶ ہیں

۱۔ وضو کی نیت کرنا۔
۲۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔
۳۔ گٹوں تک ہاتھ دھونا۔
۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔ کلی کرنا۔
۶۔ ناک میں پانی چڑھانا۔
۷۔ کلی اور ناک میں پانی داہنے ہاتھ سے چڑھانا۔
۸۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
۹۔ داڑھی کا خلال کرنا۔
۱۰۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا
۱۱۔ ہر دُھلنے والی جگہ کو تین بار دھونا۔
۱۲۔ پورے سر کا مسح کرنا۔
۱۳۔ کانوں کا مسح کرنا۔
۱۴۔ اس ترتیب سے مُنہ دھونا کہ پہلے مُنہ پھر ہاتھ پھر پاؤں
۱۵۔ داڑھی کے جو بال مُنہ کے دائرے سے نیچے ہیں۔ ان کا مسح کرنا۔
۱۶۔ دُھلنے والی جگہ کا ایسے دھونا۔ کہ پہلی جگہ سوکھنے نہ پائے۔

واضح ہو کہ اگر کسی نے وضو، کی سنتوں پر عمل نہ کیا۔ تو اس کا وضو تو درست ہو جائے گا مگر ایک آدھ دفعہ ایسا کرنا بُرا ہے۔ اور سنت پر عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ لیکن سنت مؤکدہ کو چھوڑنے کی عادت ڈال لینا گناہ ہے۔

مستحب وضو کے ۵۹ ہیں

۱۔ پہلے داہنی چیز کا دھونا۔
۲۔ دونوں رخساروں کو ایک ساتھ دھونا۔
۳۔ دونوں کا ایک ساتھ مسح کرنا۔
۴۔ انگلیوں کی پیٹھ سے گردن کا مسح کرنا۔
۵۔ وضو کرتے وقت کعبہ کی طرف منہ کرنا۔
۶۔ وضو کیلئے اُونچی جگہ بیٹھنا۔
۷۔ دھونے کی جگہوں پر پہلے تیل کی طرح پانی چپڑنا۔
۸۔ اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا۔

۹۔ دوسرے وقت کے لئے پانی بھر کر رکھنا۔
۱۰۔ انگوٹھی کو حرکت دینا۔
۱۱۔ وقت آنے سے پہلے وضو کر لینا۔
۱۲۔ اطمینان سے وضو کرنا۔
۱۳۔ کپڑوں کو ٹپکتے ہوئے پانی سے بچانا۔
۱۴۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
۱۵۔ وضو کا برتن مٹی کا ہونا۔
۱۶۔ تانبے وغیرہ کا قلعی دار ہونا۔
۱۷۔ لوٹے اور اسکی مانند چیز کا بائیں طرف رکھنا۔
۱۸۔ طشت اور اسکی مثل چیز کا دہنی طرف رکھنا۔
۱۹۔ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا ناک میں ڈالنا۔
۲۰۔ پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا
۲۱۔ منہ دھونے میں ماتھے پر پھیلا کر پانی ڈالنا۔
۲۲۔ دونوں ہاتھوں سے منہ دھونا۔
۲۳۔ ہاتھ پاؤں دھونے میں انگلیوں کی طرف سے پانی بہانا۔
۲۴۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں میں جتنی جگہ کا دھونا فرض ہے اس سے اور زیادہ دھو لینا۔
۲۵۔ پورے سر کا مسح کرنا۔
۲۶۔ کلمہ کی انگلی سے کان کا مسح کرنا۔
۲۷۔ انگوٹھے سے کان کے اوپر کا مسح کرنا۔
۲۸۔ ہر چیز کو دھو کر اس پر ہاتھ پھیرنا۔
۲۹۔ وضو بہت بھاری برتن سے نہ کرنا۔
۳۰۔ زبان سے بھی کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں۔
۳۱۔ وضو کی ہر چیز کے دھوتے وقت درود شریف پڑھنا۔
۳۲۔ بعد وضو کے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ○ پڑھنا۔
۳۳۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا۔
۳۴۔ آسمان کی طرف منہ کر کے یہ دعا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اور کلمہ شہادت پڑھنا۔
۳۵۔ وضو کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنَا پوری سورت پڑھنا۔
۳۶۔ اعضاء کے پونچھنے میں کچھ تری چھوڑ دینا۔
۳۷۔ وضو کے بعد ہاتھ جھٹکنا۔
۳۸۔ وضو کے بعد میانی پہ پانی چھڑک لینا۔
۳۹۔ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا۔
۴۰۔ بلا ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا۔
۴۱۔ کلی اور ناک میں پانی داہنے ہاتھ سے ڈالنا۔
۴۲۔ ہر عضو دھوتے وقت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ آخیر تک پڑھنا۔
۴۳۔ پانی کے زیادہ یا بہت کم خرچ کرنے سے بچنا۔
۴۴۔ وضو میں ہر عضو دھوتے یا مسح کرتے وقت نیت وضو کو ملحوظ رکھنا۔
۴۵۔ وضو کرتے وقت اپنا ستر نہ دیکھنا۔
۴۶۔ باوجود وضو ہونے کے پھر وضو کر لینا۔

۴۷۔ ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا۔

۴۸۔ کلی کے وقت اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ پڑھنا۔

۴۹۔ ناک میں پانی ڈالتے وقت اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ پڑھنا۔

۵۰۔ منہ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ پڑھنا۔

۵۱۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا پڑھنا۔

۵۲۔ بایاں ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ پڑھنا۔

۵۳۔ سر کے مسح کے وقت اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ پڑھنا۔

۵۴۔ کانوں کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ پڑھنا۔

۵۵۔ گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ پڑھنا۔

۵۶۔ داہنا پاؤں دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ پڑھنا۔

۵۷۔ بایاں پاؤں دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ پڑھنا۔

۵۸۔ وضو کا پانی پاک جگہ گرانا۔

۵۹۔ مکروہ بات وضو سے بچنا۔

واضح ہو کہ اگر کسی کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو سب جگہ درود شریف پڑھے اور یہی افضل ہے۔ دعاؤں کے اردو الفاظ یہ ہیں۔

۴۲۔ الٰہی مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں میں کر دے۔

۴۳۔ اے اللہ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔

۴۴۔ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

۴۸۔ اے اللہ تو میری مدد کر کہ قرآن کی تلاوت کروں تیرا شکر کروں اور اچھی عبادت کروں۔

۴۹۔ اے اللہ تو مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اور جہنم کی بُو سے بچا۔

۵۰۔ اے اللہ تو میرے چہرے کو اجالا کر جس دن کہ کچھ منہ سپید ہوں اور کچھ منہ سیاہ ہوں۔

۵۱۔ اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دے اور مجھ سے آسان حساب کر۔

۵۲۔ اے اللہ میرا نامۂ اعمال نہ بائیں ہاتھ میں دے نہ پیٹھ کے پیچھے سے۔

۵۳۔ اے اللہ تو مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ، جس دن تیرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو۔

۵۴۔ اے اللہ مجھے ان میں کردے جو بات سنتے ہیں اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔

۵۵۔ اے اللہ میری گردن جہنم سے آزاد فرما دے۔

۵۶۔ اے اللہ میرا قدم پل صراط پر ثابت رکھ جس دن کہ اس پر قدم لغزش کریں گے۔

۵۷۔ اے اللہ میرے گناہ بخش دے میری کوشش بارآور کر میری تجارت ہلاک نہ ہو۔

وضو میں مکروہ ۲۰ ہیں ان سے بچنا چاہیئے

۱۔ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔

۲۔ وضو کے لئے نجس جگہ بیٹھنا۔

۳۔ نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔

۴۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔

۵۔ وضو کرتے میں لوٹے میں قطرے ٹپکانا۔

۶۔ پانی میں رینٹھ کھنکار ڈالنا یا کلی کرنا۔

۷۔ دنیا کی بات چیت کرنا۔

۸۔ زیادہ پانی خرچ کرنا۔

۹۔ اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہوسکے۔

۱۰۔ منہ پر پانی مارنا۔

۱۱۔ منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔

۱۲۔ ایک ہاتھ سے منہ دھونا۔

۱۳۔ گلے کا مسح کرنا۔

۱۴۔ بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا۔

۱۵۔ داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۱۶۔ اپنے لئے کوئی لوٹا خاص کرلینا۔

۱۷۔ تین نئے پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔

۱۸۔ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔

۱۹۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا۔

۲۰۔ ہر سنت کا ترک کرنا مکروہ ہے۔

متفرق مسائل وضوء

(۱) کلی میں غرغرہ بھی کرنا چاہیئے۔

(۲) روزہ دار کو دن میں کلی کرتے وقت غرغرہ نہیں کرنا چاہیئے

(۳) جس نے حج یا عمرہ کیلئے احرام باندھ لیا ہے اسکو داڑھی میں خلال کرنا سنت نہیں ہے۔

(۴) ایک شیطان ہے جو وضو میں وسوسہ ہے۔ اس کے وسوسہ سے بچنے کے لئے اعوذ

اور لاحول پڑھنی چاہیئے۔

(۴) نا بالغ بچوں پر وضو فرض نہیں مگر ان سے وضو کرانا چاہیئے۔ تاکہ ان کو عادت ہو۔ اور وضو کا طریقہ آجائے۔

ناخن کی سُرخی | آج کل عام رواج ہو گیا ہے کہ مستورات ناخنوں پر سُرخی لگاتی ہیں۔ جو ایک قسم کا روغن ہے اور ذی جرم ہے جس کا چھڑانا وضو و غسل میں ضروری ہے۔ کہ بغیر چھڑائے وضو یا غسل کیا تو نہ ہوا۔ اور جب غسل و وضو ہی نہ ہوا۔ تو پھر نماز بھی نہ ہوتی لیکن عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں۔

مذی کے نکلنے سے صرف وضو ٹوٹ جاتا ہے

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ اَنْ یَّسْاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَسَاَلَہٗ فَقَالَ فِیْہِ الْوُضُوْءُ۔ (بخاری شریف)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کہتے ہیں میں ایک مرد تھا بہت مذی والا میں نے مقداد سے کہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے متعلق دریافت کریں پس انہوں نے حضور سے پوچھا آپ نے فرمایا مذی کے نکلنے پر وضو ہے (غسل نہیں)۔

مذی۔ اس لیسدار رطوبت کو کہتے ہیں جو بوقت بوس وکنار شرمگاہ سے نکلتی ہے۔ مذی کے نکلنے سے شہوت ختم نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس منی گاڑھی ہوتی ہے۔ اس میں بدبُو بھی ہوتی ہے۔ جب یہ خارج ہوتی ہے تو لذت آتی ہے اور منی کے نکلنے کے بعد سکون ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ابتدا میں جو رطوبت نکلتی ہے جس کو مذی کہتے ہیں۔ صرف اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مذی ودی و منی ناپاک ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے اسلئے انہوں نے خود اس مسئلہ کے پوچھنے میں شرم کی۔ اور حضرت مقداد کے ذریعے مسئلہ معلوم کرایا جس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی خود مسئلہ پوچھنے میں شرم کرے تو دوسرے کے ذریعے معلوم کرائے اسی طرح

اگر عورتیں اپنے مخصوص مسائل کے خود معلوم کرنے میں شرم محسوس کریں۔ تو اپنے شوہروں کے ذریعہ مسائل شرعیہ سے واقفیت حاصل کریں۔

بواسیر کے مریض کے متعلق وضوء کے مسائل

بواسیر کے مرض میں اور استحاضہ میں جو خون نکلتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جائیگا۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ سے کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے۔ اب اگر استحاضہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وضو سے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گذر جانے پر اس کو معذور قرار دیا جائیگا۔ اب وہ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں (فرض، واجب، قضا و نفل) چاہے پڑھے۔ اس خاص صورت میں خون آنے سے اس کا وضو نہیں جائیگا۔ یہ ہی حکم ہر اس شخص کا ہے جسکو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گذر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا۔ وہ معذور ہے۔ جیسے قطرہ کا مرض ہو۔ یا دست آنا یا ہوا خارج ہونا یا دکھتی آنکھ سے پانی گرنا یا پھوڑے یا ناسور سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان، ناک سے ہر وقت رطوبت نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں۔ ان میں جب پورا وقت ایسا گذر گیا کہ ہر چند کوشش کی مگر وضو کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا تو عذر ثابت ہوا۔ ایسے لوگ ہر نماز کے لئے وضو کریں، اور اس ایک وضو سے جب تک اس کا وقت موجود ہے اس میں جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں:۔

وضو میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس کے ضروری مسائل

واضح ہو کہ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے مگر شریعت نے آسانی کیلئے موزوں پر مسح کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ یعنی جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو اگر وہ وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے موزوں پر مسح کرلے تو وضو درست ہو جائیگا۔ موزوں پر مسح کا جائز ہونا بکثرت احادیث سے ثابت ہے مگر اس کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ آدمی موزوں پر مسح کرنے کے مسائل سے واقف ہو۔ چند ضروری مسائل درج کئے جاتے ہیں۔

موزوں پر مسح کرنے کے متعلق ضروری مسائل ۔ موزوں پر مسح کرنے کیلئے چند شرائط ہیں ۔

۱۔ موزے چمڑے کے ہوں یا کسی ایسی دبیز چیز کے بنے ہوتے ہوں کہ جن میں سے پانی نہ چھنے، جیسے کرمچ و پلاسٹک وغیرہ ۔

۲۔ یہ موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں ۔ اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایک انگل کم ہو کہ ٹخنے کا کچھ حصہ کھلا رہے تو بھی مسح درست ہے ۔ مگر اس میں یہ شرط کہ ایڑی کھلی نہ رہے ۔

۳۔ موزہ پاؤں سے چمٹا ہو کہ اسکو پہن کر آسانی کے ساتھ چل پھر سکیں

۴۔ وضو کر کے موزہ پہنا ہو ۔ یعنے پہننے کے بعد اور حدث (وضو ٹوٹنے) سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص با وضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لے ۔ بعد میں وضو پورا کرے ۔ مسح میں دو فرض ہیں ۔

اول یہ کہ ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہو ۔

دوم ۔ مسح موزے کی پیٹھ پر کیا جائے ۔ تو اگر موزہ کے تلے یا کروٹ یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح درست نہ ہوگا ۔

۵۔ موزہ پر مسح کی مدت مقیم کیلئے، ایک دن، ایک رات ہے اور مسافر کیلئے تین دن اور تین رات مسح کی مدت پہلی بار جو حدث ہوگا اس وقت سے شروع ہوگی جس کی تفصیل یہ ہے ۔

۱۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ حدث ہوا (یعنی وضو جاتا رہا) اس وقت سے مدت کا شمار ہوگا ۔ فرض کیجئے صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلا حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے گا ۔ اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک مسح کرے گا ۔

۲۔ جس پر غسل فرض ہو ۔ وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا ۔

۳۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ۔ ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے ۔

۴۔ مدت پوری ہو جانے سے مسح جاتا رہتا ہے ۔ اس صورت میں صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے ۔ پھر سے پورا وضو کرنے کی حاجت نہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کرے ۔

۵۔ موزہ کے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے ۔ اگرچہ ایک ہی اتارا ہو ۔ یوں ہی اگر ایک پاؤں آدھے سے زیادہ موزہ سے باہر ہو جائے ۔ مسح جاتا رہا ۔

۶۔ خوب یاد رکھئے کہ سوتی یا اونی موزوں پر مسح جائز نہیں ہے ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔

۷۔ مندرجہ ذیل قسم کے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں:۔

اول۔ پورا موزہ ہی چمڑے کا ہو جو ٹخنوں کو ڈھانپ لے، یا صرف تلہ چمڑے کا ہو اور باقی حصہ کسی دبیز چیز کا بنا ہو۔ اس پر بھی مسح جائز ہے۔

منعل۔ پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی سوتی یا اونی جراب کا تلہ چمڑہ کا بنا لیا جائے اور اس کو ساتھ ملا کر سی دیا جائے۔ حدیث میں جن جرابوں پر مسح کا ذکر ہے اس سے ایسا ہی موزہ مراد ہے۔

مجلد پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی اونی یا سوتی جراب پر چمڑہ کا پائتابہ چڑھا لیا جائے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ پائتابہ جرابوں کے ساتھ سی لیا جائے۔ اگر سیا نہیں گیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔

وضاحت موزہ چمڑہ کا ہو یا کسی ایسی چیز کا بنا ہوا ہونا چاہیئے جس میں سے پانی نہ چھنے۔ جیسے پلاسٹک ربڑ وغیرہ ایسا بوٹ جو ٹخنے کو ڈھانپ لے اس پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی اگر کسی نے بوٹ پہنے ہوں اور وضو کرتے وقت ان پر مسح کر لیا وضو درست ہو گیا لیکن نماز کے لئے یہ ضروری ہے کہ موزہ یا بوٹ ایسے نرم چمڑے کا بنا ہوا ہو کہ سجدہ کرنے میں پاؤں کی انگلیاں مڑ سکیں اور انگلیوں کے پیٹ زمین سے چمٹ سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ زمین سے چمٹ جانا فرض ہے۔ اگر دونو پاؤں سجدہ میں اُٹھے رہے۔ بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نماز نہیں ہوئی۔ اس مسئلہ سے لوگ بہت غافل ہیں۔

مسواک کے مسائل و فضائل

مسواک کے متعلق ذیل کی احادیث قابلِ ذکر ہیں

۱۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ۔

حضرت ابنِ عباس کہتے ہیں کہ میں نے رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گزاری آپ نے (سوکر) اُٹھ کر مسواک فرمائی۔

۲۔ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُولُ أُعْ أُعْ وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ (بخاری)

ابو بردہ اپنے والد سے راوی وہ کہتے ہیں میں نے دیکھا حضور علیہ السلام کر رہے تھے جو آپ کے ہاتھ میں تھی آپ اُع اُع کی آواز نکال رہے تھے اور مسواک آپ کے منہ میں تھی۔ گویا قے کر رہے تھے۔

۳۔ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ (بخاری)

حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوکر اُٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے رگڑتے (صاف) کرتے۔

استنان کے معنے مسواک کرنے کے ہیں۔ یتھوع کے معنے قے کرنے کے ہیں لیکن تبکلف کا مطلب یہ ہے کہ مسواک اس طرح فرما رہے تھے کہ قے کی سی آواز نکل رہی تھی۔ جیسے حلق میں انگلی یا برش سے صفائی کرتے ہیں تاکہ منہ اور گلے منہ کی آلائش خارج ہو جائے۔

یشوص کے معنے دھونے، صاف کرنے کے ہیں۔ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ اس حدیث سے سوکر اُٹھنے کے بعد مسواک کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے نیند میں معدہ کے انجرات صعود کرتے ہیں۔ اسلئے سوکر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کی ہدایت دی گئی تاکہ مسواک کے ذریعہ منہ ان آلائشوں سے پاک صاف ہو جائے ——— علامہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ حدیثیں امر پر دال ہیں کہ مسواک کرنا سنتِ مؤکدہ ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی حتیٰ کہ اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ عین وفات شریف کے وقت بھی حضور علیہ السلام نے مسواک استعمال

فرمائی (بخاری) (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرماتا۔ (طبرانی)

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم جب باہر تشریف لاتے تو پہلا کام آپ کا مسواک کرنا ہوتا (مسلم شریف)۔

۳۔ مسواک کا التزام رکھو یہ سبب ہے منہ کی صفائی اور اللہ عزوجل کی رضا کا (احمد)۔

۴۔ دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے (ابو نعیم)

۵۔ دس چیزیں فطرت سے ہیں یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا، مونچھیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کی چنتیں دھونا، بغل کے بال دور کرنا، موئے زیر ناف مونڈنا، استنجا کرنا، کلی کرنا۔

کم سے کم تین مرتبہ داہنے، بائیں، اوپر، نیچے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئے، مسواک نہ بہت نرم ہو اور نہ بہت سخت، پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کی کڑوی لکڑی کی ہو، چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جائے، مسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کر چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مٹھی نہ باندھے۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے، لمبائی میں نہیں۔ چت لیٹ کر مسواک نہ کرے پہلے داہنی جانب کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے پھر داہنی جانب کے نیچے کے، پھر بائیں جانب کے نیچے کے جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھولے۔ یونہی فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے، اور ریشہ کی جانب اوپر ہو مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیا جائے یا کسی پاک جگہ رکھ دی جائے گندگی میں نہ ڈالی جائے ——— احناف کے نزدیک مسواک سنت وضو ہے سنت نماز نہیں۔

غسل کے فرائض اور اس کا طریقہ

ذیل میں غسل کے فرائض و مستحبات اور غسل کرنے کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے جس پر غسل واجب ہے اس کیلئے اشد ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کا خیال رکھے ورنہ غسل نہ ہوگا اور نماز بھی درست نہ ہوگی۔

غسل کے فرائض

اوّل کلی کرنا۔ یعنی منہ کے ہر پُرزے گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ غسل فرض میں جب تک اس طرح کلی نہ کی جائے غسل نہ ہوگا۔ بعض لوگ صرف منہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اُگل دیتے ہیں۔ اور پانی زبان کی جڑوں اور حلق کے کناروں تک نہیں پہنچتا۔ اس طرح کلی کرنے سے غسل نہ ہوگا۔

دوم۔ ناک میں پانی لینا۔ یعنے دونوں نتھنوں کی جہانتک نرم جگہ ہے۔ دھلنا ضروری ہے۔ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھانا چاہیئے، تاکہ بال برابر جگہ بھی دُھلنے سے نہ رہ جائے۔ ورنہ غسل ادا نہ ہوگا نیز ناک کے اندر کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔

سوم۔ تمام ظاہر بدن پر پانی کا بہہ جانا یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پُرزے ہر رونگٹے ہر بال پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ صرف پانی کو بدن پر چپڑ لینے سے غسل ادا نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ تمام بدن کو دھونے اور اس پر پانی بہانے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً

۱۔ بھوؤں، مونچھوں اور داڑھی کے بالوں کا جڑ سے نوک تک۔ اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا کان کا ہر پُرزہ اور اس کے سوراخ کا منہ، ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اُٹھائے نہ دُھلے گا۔ بغلیں بے ہاتھ اُٹھائے نہ دھلیں گی۔ بازو کا ہر پہلو، پیٹھ کا ہر ذرہ، پیٹ کی بلٹیں اُٹھا کر دھوئیں ناف کو اُنگلی ڈال کر دھوئیں جبکہ پانی بہنے میں شک ہو۔ جسم کا ہر رونگٹا جڑ سے نوک تک ران اور پیڑو کا جوڑ۔ ران اور پنڈلی کا جوڑ۔ جب بیٹھ کر نہائیں تو دونوں سُرین کے ملنے کی جگہ کا دھونا کھڑے ہو کر نہانے میں رانوں کی گولائی۔ پنڈلیوں کی کروٹیں۔ ذکر و انثیین کے ملنے کی سطحیں بے جُدا کیئے نہ دھلیں گی۔ شرمگاہوں کی سطح زیریں جوڑ تک۔ ان کے نیچے کی جڑ تک جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھونا ضروری ہے۔ اور کھال کے اندر پانی بہانے ہی طرح مستورات کے لئے ڈھلکی ہوئی پستانوں کو اُٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر۔ شرمگاہ کے خارج حصہ کا ہر گوشہ دھونا ضروری ہے۔

۲۔ مرد کے سر کے بال اگر گندھے ہوں تو اس کے لئے ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہانا ضروری ہے۔ اور عورت کے لیئے بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا ضروری ہے۔ کھولنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں۔ تو کھولنا ضروری ہے۔ کانوں

کے سوراخ اور ناک کے سوراخ میں پانی گذارنا بھی ضروری ہے۔ اس تشریح سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل فرض تب ادا ہوگا جب کہ ظاہر بدن کے ہر حصہ ہر بال ہر رونگٹے پر پانی بہہ جائے

آیت اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا میں تمام بدن کو پاک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا بدن کا ہر وہ حصہ جہاں بغیر حرج کے پانی بہایا جا سکے بہانا ضروری ہوا اور جہاں پانی کا بہانا مشکل ہے جیسے آنکھوں کے اندر تو وہ جگہ اس حکم میں داخل نہیں رمنہ اور ناک میں بلا حرج پانی پہنچایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے غسل جنابت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کو واجب قرار دیا ہے۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص غسل جنابت میں بال برابر بھی جگہ بغیر دھونے چھوڑدے گا۔ اس کو عذاب دیا جائیگا حضرت فرماتے ہیں۔ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَاسِىْ (مشکوۃ ابوداود) اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے بالوں کے ساتھ دشمنی کی یعنی ان کو منڈوا دیتا ہوں۔ تاکہ غسل جنابت میں کسی بال کے سوکھے رہنے کا احتمال نہ رہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں جُنبی کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا۔
فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ بِالْمَضْمَضَةِ — بھول گیا تو اسکو چاہیئے کہ وضو کرنے میں ناک
وَالْاِسْتِنْشَاقِ (دار قطنی) — میں پانی لے لے اور کلی کرلے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ لِلْجُنُبِ — جنبی کے لئے غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا
فَرِيْضَةٌ (دار قطنی و بیہقی) — فرض ہے (فرض عملی)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا بھول گیا۔ پھر اس نے نماز پڑھ لی۔ آپ نے جواب دیا۔
لَا يُعِيْدُ الصَّلٰوةَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ — نماز نہ لوٹائے مگر وہ شخص جو جنبی تھا یعنی جس نے
جُنُبًا (بیہقی) — غسل جنابت کیا اور کوئی حصہ بدن دھلنے سے رہ گیا۔

۶۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَاغْتَسِلُوْا — ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ تو غسل میں بالوں کو
الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَةَ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ) — دھوؤ۔ اور بدن کو خوب اچھی طرح دھوؤ۔

۷۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تو غسل فرض میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے۔
وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَعِدْ صَلَاتَكَ (دار قطنی ج ۱) — اور تو جنبی ہو اور نماز پڑھ لے تو یہ نماز دوبارہ پڑھ۔

۸۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک شخص بحضور نبوی حاضر ہوا۔ عرض کی میں نے غسل جنابت کیا اور فجر کی نماز پڑھ لی۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ ناخن کے برابر جسم کے ایک مقام پر پانی نہیں بہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔
لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْهِ اَجْزَاكَ — اگر تو بعد غسل اس جگہ پر پانی بہا لیتا تو کافی تھا

۹۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔
اَفَاَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ — کیا ہم غسل حیض و جنابت کیلئے گندھے ہوئے بالوں کو
فَقَالَ لَا۔ (مسلم) — کھولیں، فرمایا۔ تمہارے لئے اس کی ضرورت نہیں۔

۱۰۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
حَتّٰى تُبْلِغَ شُعُوْرَ رَاْسِهَا ثُمَّ تَصُبَّ — (کہ عورتوں کے لئے یہ کافی ہے) کہ تو سر پہ پانی ڈالے
عَلَيْهِ الْمَآءَ (مسلم شریف) — اور خوب ملے۔ یہانتک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اس پہ پانی بہائے۔

۱۱۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے لفظ یہ ہیں کہ جب عورت غسل جنابت کرے تو اس کیلئے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے۔
وَلٰكِنْ تَصُبُّ الْمَآءَ عَلٰى اُصُوْلِهٖ — لیکن عورت کیلئے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا
وَتَبُلُّهٗ (داری) — اور ان کو تر کرنا ضروری ہے۔

ان احادیث سے مذکورہ بالا مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور امور ذیل کی وضاحت بھی ہوتی ہے

۱۔ غسل فرض میں کلی کرنا۔ ناک میں پانی لینا۔ جسم کے ہر حصہ پہ پانی بہانا فرض ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص غسل فرض میں کلی کرنا یا ناک میں پانی لینا بھول گیا یا جسم کا کوئی حصہ خواہ وہ بال برابر ہی ہو۔ دھلنے سے رہ گیا۔ تو غسل نہ ہوگا۔ اس صورت میں از سر نو غسل کی ضرورت نہیں ہے

بلکہ جو چیز غسل میں ادا کرنا بھول گیا ہے اس کو ادا کرلے غسل پورا ہو جائے گا۔ مثلاً کلی کرنا بھول گیا تو اب کلی کرلے غسل صحیح ہو جائیگا۔ اگر بدن کا کوئی حصہ دھلنے سے رہ گیا اور نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی دوبارہ پڑھے مثلاً کلی کرنا بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو اب کلی کرکے دوبارہ نماز پڑھے پورا غسل دوبارہ کرنیکی ضرورت نہیں جو حصہ بھی پانی کے بہنے سے رہ گیا ہے۔ اس پہ پانی بہادے غسل مکمل ہو جائے گا۔

غسل کی سنتیں

پہلے نیت کرے پھر دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے تین مرتبہ پھر استنجے کی جگہ دھوئے۔ خواہ نجاست ہو یا نہ ہو پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے۔ پھر نماز کا سا وضو کرے۔ مگر پاؤں نہ دھوئے۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر پر نہا رہا ہے تو پاؤں بھی دھولے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑے خصوصاً جاڑے میں پھر تین مرتبہ دہنے مونڈھے پر پھر بائیں مونڈھے پر۔ پھر تین مرتبہ سر پہ اور تمام بدن پر پانی بہائے۔ اب غسل کی جگہ سے الگ ہو جائے۔ اگر وضو کرنے میں پاؤں نہ دھوئے تھے تو اب دھولے نہانے میں قبلہ رُخ نہ ہو تمام بدن پہ ہاتھ پھیرے اور ملے۔ باپردہ نہائے۔ نہاتے وقت کسی قسم کی کلام نہ کرے۔ نہ کوئی دعا پڑھے نہانے کے بعد بدن کو تولیہ سے پوچھنا جائز ہے۔

جنبی اور بے وضو کے احکام و مسائل

۱۔ غسل جنابت فی الفور واجب نہیں ہوتا۔ ہاں جب نماز کا ارادہ کرلے۔ تو واجب ہے۔ اسی طرح اتنی دیر ہو گئی کہ نماز کا آخر وقت آگیا۔ تو اب فوراً نہانا فرض ہے۔ البتہ نہانے میں تاخیر نہ کرنی چاہیئے۔ کہ حدیث میں فرمایا جس گھر میں جنب ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

فصول بقراطی میں ہے کہ جنابت سے غسل نہ کرنا مرض برص (دفر) پیدا کرتا ہے اور بحالتِ حیض جماع کرنے سے جذام کا خطرہ ہے۔

۲۔ مومن کے بدن پر جب تک کوئی حقیقی ظاہری نجاست مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ نہ لگا ہو۔

وہ نجس نہیں ہوتا اور اس معاملہ میں مرد عورت، کافر مسلمان، زندہ مردہ سب کا ایک حکم ہے۔

۳۔ آدمی بے وضو ہو یا جنبی۔ یہ نجاست اس کی حکمی ہے۔ لہٰذا اس کا پسینہ، لعاب دہن اور جھوٹا پاک ہے۔ جس پر غسل فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر مجبوری ہو، جیسے ڈول اسی مسجد کے اندر ہے اور کوئی لانے والا نہیں ہے تو اس ضرورت سے تیمم کر کے جائے اور جلد سے جلد ڈول لے کر نکل آئے۔ اسی طرح مسجد میں سویا تو احتلام ہو گیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے نکل آئے۔ تاخیر حرام ہے۔

۴۔ جس کو نہانے کی ضرورت ہو (جنبی) اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے یا دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا ناجائز ہے جس پر حروف مقطعات ہوں، یا ایسا تعویذ یا تختی پہننا جس پر آیات قرآن لکھی ہوں۔ حرام ہے۔

۵۔ جنبی کو اذان کا جواب دینا جائز ہے یونہی سلام کا جواب دینا اور تسبیح و تہلیل اور درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کر کے پڑھیں۔ صرف قرآن مجید کو دیکھنا اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور زبان سے نہیں، بلکہ خیال میں پڑھے جائیں حرج نہیں۔ جنبی اور بے وضو کو فقہ و تفسیر و حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے۔ مگر جہاں کاغذ پر قرآن کریم کی آیت لکھی ہو، اس پر ہاتھ رکھنا حرام ہے۔ قرآن پاک کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو۔ اس کو بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید کا سا حکم ہے۔ جنبی کو قرآن کریم کی کتابت کرنا حرام ہے یونہی بے وضو کو بھی کتابت قرآن کریم جائز نہیں ہے۔

۶۔ بے وضو شخص کو قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر پڑھنا۔ زبان یا اشارہ سے ذکر و اذکار، درود شریف، تسبیح و تہلیل، درود و وظائف میں مشغول رہنا۔ سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں الحمد للہ یا یرحمک اللہ سے جواب دینا یا اذان کا جواب دینا جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ذکر و تسبیح درود شریف وغیرہ باوضو ہو کر پڑھے۔

۷۔ جو شخص بے وضو ہے اس کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ ہاں بغیر چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو حرج نہیں۔

حیض و نفاس والی عورت کے احکام

(۱) حیض و نفاس والی عورت کا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اگرچہ قرآن مجید کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ ہی لگے یہ سب حرام ہے۔

۲۔ اسی طرح کرتے کے دامن یا دوپٹے کے آنچل سے یا کسی ایسے کپڑے سے جس کو پہنے اوڑھے ہوئے ہو۔ قرآن مجید کو چھونا حرام ہے۔ ہاں جزدان میں قرآن مجید ہو۔ تو اس جزدان کے چھونے میں حرج نہیں۔ یونہی رومال وغیرہ ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآن مجید کا تو جائز ہے اور کرتے کی آستین، دوپٹہ کا آنچل، یہاں تک کہ چادر کا ایک کونہ مونڈھے پر ہے، دوسرے کونے سے قرآن مجید کو چھونا اُٹھانا حرام ہے۔ یہ چادر وغیرہ آدمی کے تابع ہے۔ جیسے چولی قرآن مجید کے تابع ہے حیض و نفاس والی عورت کو مسجد میں جانا۔ طواف کرنا۔ قرآن مجید کو دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ بنانا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا پہننا جس کے نگینہ پر حروف مقطعات لکھے ہوں حرام ہے۔

۳۔ حائضہ و نفاس والی عورت کا پسینہ اور لعاب دہن۔ اس کا جوٹھا پانی اور اس کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی وغیرہ پاک ہے۔

۴۔ اپنی حائضہ بیوی کا تکیہ لگا کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے۔

۵۔ شوہر کو اپنی حائضہ بیوی سے مباشرت یعنے اس کے ساتھ سونا لیٹنا اگرچہ ایک ہی لحاف میں ہوں۔ اور بوس و کنار جائز ہے مگر جماع حرام ہے۔

۶۔ یہ مباشرت بھی اس کو جائز ہے۔ جو اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکے اور جماع نہ کر ڈالے۔

۷۔ بحالت حیض جماع کرنا حرام و ناجائز ہے اور حرام جان کر کر لیا تو سخت گنہگار ہوا۔ توبہ فرض ہے۔ اور حلال جاننا کفر ہے۔

۸۔ حیض وہ خون ہے جو عورت کو ماہوار آتا ہے۔ اور نفاس وہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے بعد آتا ہے۔ یہ خون ناپاک ہے اور حیض و نفاس والی عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ حالت حیض کی نمازیں معاف ہیں۔ مگر پاک ہونے پر روزہ کی قضا واجب ہے۔

نماز کے فرائض و واجبات مکروہات و مفسدات

نماز کے سات فرض ہیں تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، قعدۂ اخیرہ، خروج بصنعہ نماز کے ان سات فرائض کی تفصیل سے تو آپ آگاہ ہیں یہاں ہم صرف ان امور پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جن سے نمازیوں کی اکثریت بے خبرہ کر اپنی نمازوں کو برباد کر رہی ہے۔ یا ان کی نمازیں مکروہ تحریمہ ہو رہی ہیں۔

تکبیر تحریمہ یعنی نماز کے شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ اس مسئلہ میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اول یہ کہ مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہے۔ اگر پہلے کہہ لے گا تو نماز نہ ہوگی۔ دوم یہ کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے بعض لوگ امام کو رکوع میں پاکر تکبیر کہتے ہوئے فوراً رکوع میں چلے جاتے ہیں اور جھک جاتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی۔

قیام کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے یہاں بھی دو ضروری باتیں سمجھ لیجئے۔ اول یہ کہ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں پاؤں پر کھڑا ہو۔ بعض لوگ ایک پاؤں تو زمین پر جما لیتے ہیں اور دوسرا اُٹھا لیتے ہیں۔ یہ مکروہ تحریمہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں۔ اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ دوم یہ کہ عموماً دیکھا ہے کہ ذرا بخار، نزلہ ہوا یا کوئی معمولی سی تکلیف ہوئی لوگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ یہ ایسے مریض ہوتے ہیں جو سیڑھیوں سے اُترتے ہیں، مسجد تک چل کر آتے ہیں، راستہ طے کرتے ہیں، کوئی دوست مل جائے تو اس سے کھڑے کھڑے گفتگو بھی کر لیتے ہیں۔ مگر نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ ان کی نماز نہیں ہوتی اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر عصا یا خادم یا دیوار سے ٹیک لگا کر بھی کھڑا ہونے کی طاقت ہے تو تکبیر کھڑے ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی دیر بھی کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے۔ پھر جب طاقت نہ رہے بیٹھ جائے (اس مسئلہ سے عوام بہت لاپرواہ ہیں)

قرأت مطلق قرآن کا پڑھنا نماز میں فرض ہے (۱) اس کا مطلب ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے کہ ہر

ص۱ فرض نماز و وتر و سنت ہو کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر معذور ہو تو اس کے مسائل آئندہ صفحات میں آپ یہیں خوب غور سے پڑھیں۔

حرف علیحدہ علیحدہ ہوجائے (۲)، ادنیٰ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے کہ خود اس کا نفس سن سکے۔ اب اگر اتنی سست آواز سے قرأت کی کہ خود بھی الفاظ قرآن نہ سن سکا۔ نماز نہ ہوگی۔

رکوع رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنے تک پہنچ جائیں یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے اور پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھا دے تاکہ سر سرین کے بالکل مقابل آجائے۔ اگر ادنیٰ درجہ کا رکوع نہ کیا نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ ذرا سا جھکتے ہی سجدہ میں آجاتے ہیں۔ ان کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔

سجدہ سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ ناک اور پیشانی زمین پر جم جائے۔ اگر صرف پیشانی یا ناک کی نوک زمین پر رکھی جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ایک بہت ضروری مسئلہ جس سے بڑے بڑے عالم و فاضل بھی لاپرواہی برت رہے ہیں اور اپنی اور عوام کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ میں پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ کا زمین سے لگ جانا شرط ہے۔ اور چھ انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب اور دسوں کا سنت مؤکدہ ہے۔ اب اگر ایک انگلی کا پیٹ زمین سے نہ لگا۔ نماز قطعاً نہ ہوئی اور اگر چھ انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگا۔ واجب چھوٹ گیا۔ نماز مکروہ تحریمیہ ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اس مسئلہ کو عوام و خواص کی اکثریت بھول چکی ہے۔ احتیاط کیجئے۔

سجدہ کے ضروری مسائل سجدہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ زمین کی سختی ناک اور پیشانی کو محسوس ہو۔ اب اگر کسی نرم چیز گھاس، روئی، گُدے دار قالین پر سجدہ کیا اور پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دوبارہ دبانے سے اور نہ دبے گی سجدہ ہوگیا۔ ورنہ نہیں۔ ریل کے کمانی دار گدیلوں پر سجدہ نہیں ہوتا۔ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا کہ ماتھا خوب جم گیا، سجدہ ہوگیا۔ ورنہ نہیں۔ اسی طرح ایسی جگہ پر سجدہ نہیں ہوسکتا جو جگہ قدموں کی جگہ سے ۱۲ انگل سے زیادہ اونچی ہو۔

قعدہ اخیرہ یعنی نماز کی تمام رکعتوں کے بعد اتنی دیر بیٹھ جانا کہ پوری التحیات رسولہٗ تک پڑھ لی جائے فرض ہے۔

خروج بصنعہ یعنی اپنے کسی فعل کے ذریعہ نماز سے باہر آنا۔

نماز کی شرطیں نماز کی صحت کے لئے چھ شرطیں ہیں جن کی ضروری تفصیل نظر ناظرین ہے یاد رہے کہ جبتک ان شرائط پر عمل نہ ہوگا نماز نہ ہوگی۔

۱۔ طہارت، نماز کی پہلی شرط ہے۔ یعنی نمازی کا بدن کپڑے اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

۲۔ ستر عورت، نماز کی دوسری شرط ہے۔ مرد کے لئے زیر ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے بدن کو چھپانا ضروری ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایسا باریک کپڑا جس سے بدن کا وہ حصہ جس کا نماز میں چھپانا ضروری ہے نظر آئے۔ ایسے کپڑے سے نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک تہبند یا ساڑھی پہن کر نماز پڑھتے ہیں جن سے گھٹنے اور ران چمکتی ہے۔ اس طرح نماز نہیں ہوتی۔

عورتوں کے لئے نماز میں عورتوں کے لئے ہاتھ، کلائی، پاؤں، ٹخنوں تک صرف چہرہ کی ٹکلی کے سوا تمام بدن کا چھپانا ضروری ہے۔ لٹکتے ہوئے بال۔ گردن کان یہ بھی چھپانے چاہئیں۔ اگر حالت نماز میں کان یا چوتھائی بازو یا کوئی عضو چوتھائی۔ بقدر ایک رکن (سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار) کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔

باریک دوپٹے بعض عورتیں ایسا باریک دوپٹہ اوڑھتی ہیں جن سے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے یا ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں جن سے اعضا چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایسے لباس سے ہرگز نماز نہیں ہوتی اسلئے عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام جسم کو سوائے چہرے، ہاتھ، کلائی اور پاؤں کے ایسے کپڑے چھپائیں کہ بدن نظر نہ آئے۔

۳۔ نماز کی تیسری شرط قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے۔

۴۔ چوتھی شرط وقت ہے کہ صحیح وقت میں پڑھی جائے۔ لوگ عصر کی نماز بہت جلد پڑھ لیتے ہیں یا بعض بالکل قریب غروب آفتاب پڑھتے ہیں۔ اس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئیے۔

۵۔ پانچویں شرط نیت ہے۔ نیت دل سے کر لینا کافی ہے زبان سے لمبی چوڑی عبارت ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ نیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نمازی سے پوچھا جائے کہ کونسی نماز پڑھ رہے ہو تو وہ بلا تردد بتا دے۔ ظہر کی عصر کی وغیرہ وغیرہ۔ ہاں زبان سے کہہ لینے میں بھی حرج نہیں۔

واجبات نماز کا بیان

نماز میں کل ۳۴ واجب ہیں

۱۔ تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا۔
۲۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے سوا باقی نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد پڑھنا
۳۔ سورۃ ملانا قرآن کی ایک بڑی آیت جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔
۴۔ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں اور واجب و سنت و نفل کی ہر رکعت میں الحمد پڑھنا اور ساتھ سورۃ ملانا۔
۵۔ الحمد کا سورۃ سے پہلے پڑھنا۔
۶۔ ہر رکعت میں سورۃ سے پہلے ایک ہی بار الحمد پڑھنا۔
۷۔ الحمد اور سورۃ کے درمیان کچھ اور نہ پڑھنا۔
۸۔ قرأت کے فوراً بعد رکوع کرنا۔
۹۔ ایک سجدہ کے بعد بلا فصل دوسرا سجدہ کرنا۔
۱۰۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں کم از کم ایک مرتبہ سبحن اللہ کہنے کے بقدر ٹھہرنا
۱۱۔ قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔
۱۲۔ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔
۱۳۔ قعدۂ اولیٰ اگرچہ نفل نماز ہو۔
۱۴۔ فرض و وتر و سنن مؤکدہ میں قعدہ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ پڑھنا۔
۱۵۔ دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا۔
۱۶۔ سلام پھیرتے وقت لفظ السلام دوبار واجب ہے اور لفظ علیکم واجب نہیں ہے۔
۱۷۔ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔
۱۸۔ تکبیر قنوت۔
۱۹۔ نماز عیدین کی چھ زائد تکبیریں۔
۲۰۔ نماز عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع۔
۲۱۔ اور اس تکبیر کیلئے لفظ اللہ اکبر کہنا۔
۲۲۔ ہر جہری نماز یعنی مغرب، عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان شریف کے وتروں کی ہر رکعت میں امام کو بلند آواز سے قرأت کرنا۔
۲۳۔ ظہر و عصر میں آہستہ پڑھنا۔
۲۴۔ ہر واجب و فرض کا اس کی جگہ پر ہونا۔
۲۵۔ ہر رکعت میں رکوع ایک ہی بار کرنا۔
۲۶۔ سجدہ کا ہر رکعت میں دو ہی بار کرنا۔
۲۷۔ دوسری رکعت سے پہلے قعدہ نہ کرنا۔
۲۸۔ چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا
۲۹۔ آیت سجدہ پڑھی ہو تو سجدۂ تلاوت کرنا۔
۳۰۔ سہو ہوا ہو تو سجدۂ سہو کرنا۔

۳۱۔ دو فرض یا دو واجب و فرض کے درمیان ایک تسبیح کے بقدر وقفہ نہ کرنا۔

۳۲۔ جب امام قرأت کرے بلند آواز سے ہو خواہ آہستہ اس وقت مقتدی کا چپ رہنا۔

۳۳۔ قرأت کے سوا تمام واجبات میں امام کی پیروی کرنا یہ کل ۳۳ واجب ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی بھول کر ترک ہو گیا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔ اگر سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہو جائے گی۔ ورنہ نماز دہرانا واجب ہو گا۔

سجدہ سہو کا طریقہ

یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں التحیات عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھ کر صرف دہنی جانب سلام پھیرے اور فوراً دو سجدے جس طرح کہ سجدہ کرتے ہیں کرے پھر بیٹھ کر التحیات مع درود دعا وغیرہ پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

سنت مؤکدہ و وتر کی تعداد

فجر سے پہلے ۔ دو رکعت۔

ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت۔

مغرب کے بعد ۔ دو رکعت عشاء کے بعد ۔ دو رکعت۔

عشاء کے بعد ۔ تین وتر واجب ہیں۔

جمعہ کی سنتِ مؤکدہ

نماز جمعہ سے قبل چار عدد سنت، نماز جمعہ کے بعد چار رکعت پھر دو رکعت یعنی جمعہ کی کل سنت مؤکدہ دس عدد ہیں۔

ان سنتوں کے ادا کرنے کی حضور علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے۔

سنتِ مؤکدہ ادا کرنے کا طریقہ

چار رکعت یا دو رکعت کی نیت کر کے ہاتھ باندھ لے ثنا، تعوذ، بسم اللہ شریف پڑھ کر اس کے بعد کوئی چھوٹی یا بڑی سورت پڑھے یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو، پڑھے۔ اس کے بعد حسب دستور رکوع و سجود کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔

دوسری رکعت میں اب صرف بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف پڑھے اور سورت ملائے اور رکوع و سجدہ حسب دستور کر کے قعدہ (اولیٰ) کے لئے بیٹھے اور اس میں التحیات صرف عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھے اور بغیر تاخیر کئے تیسری کے لئے کھڑا ہو جائے اور حسب دستور

قرأت ورکوع وسجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کرے اور اس آخری قعدہ میں التحیات پورا پڑھ کر درود شریف ودعا وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر سنت مؤکدہ دو رکعتی ہو دوسری رکعت پوری کر کے قعدہ اخیرہ کرنا چاہیئے اور اس قعدہ میں مکمل التحیات درود شریف اور دعا وغیرہ پڑھکر سلام پھیر دے۔

فرض نماز پڑھنے کا طریقہ فرض نماز بھی مذکورہ بالا طریقہ ہی سے ادا کی جائے گی مگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ کا پڑھنا واجب ہے۔ البتہ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف یا تین مرتبہ سبحان کہہ کر رکوع کرے۔ یا اتنی دیر خاموش رہ کر رکوع کرلے تب بھی نماز پوری جائیگی لیکن فرض نماز کی تیسری چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف کا پڑھنا افضل ہے۔ اور الحمد شریف کے ساتھ سورۃ کا ملانا یا خاموش رہنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کسی نے فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ ملالی تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔

وتر سنت مؤکدہ اور نفل نماز کے متعلق بات یاد رکھئے کہ وتر سنت مؤکدہ اور محض نفل نماز کی ہر رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ کسی سورۃ یا آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر ترک کریگا تو سجدہ سہو لازم آئے گا۔

(۲) سنت غیر مؤکدہ چار رکعتی کے بعد قعدہ میں بھی پوری التحیات اور درود و دعا وغیرہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور تیسری رکعت میں ثنا، تعوذ، بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور اسکے ساتھ کوئی سورۃ پڑھنی چاہیئے۔ ان مسائل کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیجئے۔

فرض واجب آیت سجدہ اور اقتداء کے مسائل

۱۔ خوب یاد رکھئے فرائض نماز میں سے اگر کوئی بھولے سے یا قصداً چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔

۲۔ واجبات نماز میں سے اگر کوئی واجب قصداً چھوڑ دیا تو نماز دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔

۳۔ اور اگر کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہو ضروری ہے۔ سجدہ سہو سے نماز درست ہو جائے گی۔

۴۔ امام و مقتدی کے درمیان اتنا چوڑا راستہ ہو جس میں بیل گاڑی گذر سکے تو اقتدا صحیح نہیں۔ جمعہ و عید کے موقع پر عوام و خواص اس مسئلہ کا خیال نہیں رکھتے اور لوگوں کی عید و جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوتی۔

۵۔ ایک نماز میں چند واجب ترک ہو جائیں تو سب کیلئے ایک سجدہ سہو کافی ہے۔

۶۔ واجب کی تاخیر رکن کی تقدیم یا تاخیر یا واجب کو مکرر کرنا واجب میں تغیر کرنے کی صورت میں بھی سجدہ سہو کر لینے سے درست ہو جائے گی۔

۷۔ نماز میں آیت سجدہ پڑھی۔ تو اس کا سجدہ نماز ہی میں کر لینا واجب ہے۔ بیرون نماز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر قصداً نہ کیا تو گنہگار ہوا۔ توبہ لازم ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس میں جو کچھ گناہ ہے اگر گزرنے والا جانتا تو چالیس برس تک کھڑے رہنے کو یا سو برس تک کھڑے رہنے کو یا زمین میں دھنس جانے کو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر جانتا۔

مفسدات نماز ذیل میں چند وہ امور درج کئے جاتے ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔

— نماز میں قصداً یا سہواً یا خطاءً۔ کلام کرنے یا زبان سے سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

— کسی کو چھینک آئی تو اس کے جواب میں نمازی نے یرحمک اللہ کہا یا خوشی کی خبر سن کر نماز میں الحمد للہ کہا یا شیطان کا ذکر سن کر نماز میں اس پر لعنت بھیجی تو نماز فاسد ہو گئی۔

— مصلی نے اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دیا یا آہ۔ اوہ۔ اُف۔ تف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے زبان سے نکلے۔ یا آواز سے رویا اور حروف پیدا ہوئے۔ ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی۔

فائدہ۔ اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز و حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں اسی طرح مریض کی زبان سے بے اختیار آہ۔ اوہ نکلی۔ چھینک کھانسی۔ جماہی اور ڈکار میں جتنے حروف مجبوراً نکلتے ہیں۔ معاف ہیں۔ یعنی ان صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔

— نماز کے اندر کھانا۔ پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ قصداً ہو یا بھول کر۔ تھوڑا ہو یا زیادہ حتی کہ اگر تل بغیر چبائے نگل لیا یا کوئی قطرہ اس کے منہ میں گرا اور اس نے نگل لیا نماز جاتی رہی۔

— دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی۔ اگر وہ چنے برابر ہے۔ اس کو نگل گیا۔ نماز فاسد ہوگئی اور اگر چنے سے کم ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

— اگر نمازی کو کسی نے ایک دم بقدر تین قدم کے کھینچ لیا یا دھکیل دیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

— عورت[1] نماز میں تھی مرد نے بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو ہاتھ لگایا تو نماز فاسد ہوگئی۔ اور اگر مرد نماز میں تھا اور عورت نے ایسا کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی جبتک مرد کو شہوت نہ ہو۔

— منہ کو قبلہ سے پھیرنا۔ پے در پے تین بال اپنے جسم کے کسی حصہ سے اکھیڑنا۔ ایک رکن میں (مثلاً سجدہ یا رکوع یا قیام میں تین بار اس طرح کھجانا کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا لیا، پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹا لیا، پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹا لیا) نماز فاسد ہوگئی۔

— اور اگر جسم کے ایک حصہ پر ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ کھجایا مگر ہاتھ اس حصہ جسم سے علیحدہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوگی۔

— عمل کثیر سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے جس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھ کر گمان غالب ہو کہ نماز میں نہیں تو وہ عمل کثیر ہے۔

— ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔ قرآن مجید کو دیکھ کر نماز میں پڑھنا۔ قرآن مجید ایسا غلط پڑھنا کہ جس سے معنے بدل جائیں۔ نماز فاسد ہو جائے گی۔

— نمازی کے آگے سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ خواہ گزرنیوالا مرد ہو یا عورت، کتا ہو یا گدھا۔

نماز کے مکروہات تحریمہ

ذیل میں نماز کے بعض وہ مکروہات تحریمہ لکھے جاتے ہیں جنکی وجہ سے نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے اور نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے

۱۔ کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا۔ کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑا اٹھا لینا۔ اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے کیا ہو۔ اور بلا وجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ۔ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ یہ سب مکروہ تحریمی ہیں۔

۲۔ رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے، تو حرج نہیں اور اگر ایک مونڈھے پر ڈالا۔ اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر۔ جیسے عموماً اس

[1] یہ ایک فرضی صورت ہے اور مقصود صرف مسئلہ بتانا ہے۔

زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

۳۔ کنکریاں ہٹانا مکروہ تحریمی ہے مگر جس وقت کہ پورے طور پر وجہ سنت سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے۔ اور بچنا بہتر اور بغیر ہٹائے واجب ادا نہ ہوتا ہو تو ہٹانا واجب ہے۔ اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔

۴۔ کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی ہو۔ خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی بہر صورت مکروہ تحریمی ہے۔ دامن سمیٹے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۵۔ انگلیاں چٹخانا۔ انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔

۶۔ کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی کمر پر ہاتھ نہ رکھنا چاہیئے۔

۷۔ نماز پڑھتے وقت ادھر اُدھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے کُل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھیوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلا حرج نہیں، آسمان کی طرف نگاہ اُٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۸۔ تشہد یا سجدوں کے درمیان میں کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سینہ سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھکر سرین کے بل بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۹۔ مرد کو سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۱۰۔ کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی دوسرے شخص کو نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرنا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ یعنی اگر مصلی کی جانب سے ہو تو کراہت مصلی پر ہے ورنہ اس پر

۱۱۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہیئے۔ اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے۔

۱۲۔ اعتجار یعنی پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہ ہے۔ یونہی ناک اور منہ کو چھپانا اور بے ضرورت کھنکار نکالنا یہ سب مکروہ تحریمی ہیں۔

۱۳۔ نماز میں قصداً جماہی لینا مکروہ ہے اور خود آئے تو حرج نہیں مگر روکنا مستحب ہے مگر رد کے

سے نہ رُکے تو ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اس پر بھی نہ رُکے تو داہنا یا بایاں ہاتھ منہ پر رکھدے یا آستین سے منہ چھپالے۔ قیام میں داہنے ہاتھ سے ڈھانکے اور دوسرے مواقع پر بائیں سے۔

مسئلہ:۔ اُلٹا قرآن مجید پڑھنا کسی واجب کو ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا۔ یونہی قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا یا رکوع میں قرأت ختم کرنا۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع وسجود میں جانا یا اس سے پہلے سر اُٹھانا۔

— صرف پاجامہ یا تہبند پہن کر نماز پڑھی اور کرتہ یا چادر موجود ہے۔ تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو دوسرا کپڑا نہیں تو معافی ہے۔

— امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کا طول دینا مکروہ تحریمی ہے اگر اس کو پہچانتا ہو تو اس کی خاطر منظور ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لئے بقدر ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں

— جس نے صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر شامل ہو گیا پھر صف میں داخل ہوا یہ مکروہ تحریمی ہے۔

— زمین مغصوب یا پرائے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہے یا جتے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ قبر کا سامنے ہونا اگر مصلی و قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

— کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہیں اور ظاہر کراہت تحریم (بحر) بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے۔

— اُلٹا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ظاہر تحریم یونہی انگرکھے کے بند نہ باندھنا اور اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگانا اگر اس کے نیچے کرتہ وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی۔

تصویر کے احکام

جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ یونہی نمازی کے سر پر یعنی چھت میں ہو یا معلق ہو یا محل سجود میں ہو کہ اس پر سجدہ واقع ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی۔ یونہی نمازی کے آگے یا داہنے یا بائیں تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے پس پشت ہونا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ ان تینوں صورتوں سے کم اور ان چاروں صورتوں میں کراہت اس وقت ہے کہ تصویر آگے

پیچھے داہنے بائیں معلق ہو یا نصب ہو یا دیوار وغیرہ میں منقوش ہو۔ اگر فرش میں ہے اور اس پر سجدہ نہیں تو کراہت نہیں۔ اگر تصویر غیر جاندار کی ہے جیسے پہاڑ دریا وغیرہ کی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ۔ اگر تصویر ذلت کی جگہ ہو مثلاً جوتیاں اتارنے کی جگہ یا اور کسی جگہ فرش پر کہ لوگ اسے روندتے ہیں یا تکیے پر کہ زانو وغیرہ کے نیچے رکھا جاتا ہو تو ایسی تصویر مکان میں ہونے سے کراہت نہیں نہ اس سے نماز میں کراہت آئے جبکہ سجدہ اس پر نہ ہو۔ جس تکیہ پر تصویر ہو اسے دیوار وغیرہ پر نصب کرنا اعزاز تصویر میں داخل ہوگا۔ اور اس طرح ہونا نماز کو بھی مکروہ کر دے گا۔ اگر ہاتھ میں یا اور کسی جگہ بدن پر تصویر ہو مگر کپڑوں سے چھپی ہو یا انگوٹھی پر چھوٹی تصویر منقوش ہو یا آگے پیچھے یا داہنے بائیں، اوپر نیچے کسی جگہ چھوٹی تصویر ہو یعنی اتنی کہ اس کو زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل نہ دکھائی دے یا پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو ان سب صورتوں میں نماز مکروہ نہیں۔ سر بریدہ تصویر یا جس کا چہرہ مٹا دیا ہو۔ مثلاً کاغذ یا کپڑے یا دیوار پر ہو اور اس پر روشنائی پھیر دی ہو۔ یا اس کے سر اور چہرہ کو کھرچ دیا ہو۔ یا دھو ڈالا ہو۔ کراہت نہیں۔ اگر تصویر کا سر کاٹا ہو مگر سر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے۔ ہنوز جدا نہ ہوا تو بھی کراہت ہے۔ مثلاً کپڑے پر تصویر تھی، اس کی گردن پر سلائی کر دی کہ مثل طوق کے بن گئی۔

تصویر کے مٹانے میں صرف چہرہ کا مٹانا کراہت سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ اگر آنکھ یا بھوں یا ہاتھ پاؤں جدا کر لئے گئے تو اس سے کراہت رفع نہ ہوگی۔

تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوتی ہو تو نماز میں کراہت نہیں۔ تصویر والا کپڑا پہنے ہوئے ہے مگر اس پر کوئی دوسرا کپڑا اوڑھ لیا کہ تصویر چھپ گئی۔ تو اب نماز مکروہ نہ ہوگی۔ تصویر جب چھوٹی نہ ہو اور موضع اہانت میں نہ ہو۔ اور اس پر پردہ نہ ہو تو ہر حالت میں اس کے سبب نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر نمازی کے آگے قبلہ کو ہو پھر وہ کہ سر کے اوپر ہو۔ اس کے بعد وہ کہ داہنے بائیں دیوار پر پھر وہ کہ پیچھے دیوار یا پردہ پر۔

نماز میں قہقہہ کا حکم

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ تبسم میں آواز نہیں ہوتی جس کو مسکرانا کہتے ہیں اور ضحکہ وہ ہنسنا ہے جس میں آواز ہوتی ہے۔ مگر دوسرا نہیں سنتا۔ ضحک سے وضو،

نہیں ٹوٹتا۔ البتہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور قہقہہ یہ ہے کہ ایسی آواز سے ہنسا جائے کہ خود بھی سُنے اور ساتھی کو بھی آواز سنائی دے۔ قہقہہ سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر چونکہ قہقہہ کا ناقض وضو کا ہونا خلاف قیاس ہے اور جو بات خلافِ قیاس ہو وہ اپنے مورد پر بند رہتی ہے۔ اسلئے سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ وہ نماز جس میں رکوع و سجدہ ہوتا ہے۔ اس میں اگر قہقہہ لگایا گیا تو نماز فاسد ہوگی۔ اور وضو بھی جاتا رہے گا۔ پس اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت یا خارج نماز میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح نابالغ نے اپنی نماز میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ مگر نماز فاسد ہو جائے گی۔ صاحب ہدایہ نے اس کو علیٰ ما قیل کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق امام اعظم سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بالغ کا قہقہہ اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں۔ اگر جاگتے میں رکوع و سجدہ والی نماز میں ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ نماز فاسد ہو جائے گی (۲) اگر نماز کے اندر سوتے میں یا جنازہ یا سجدہ تلاوت میں قہقہہ ہو تو وضو نہیں جائیگا مگر وہ نماز یا سجدہ فاسد ہو گا۔ (۳) اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ خود اس نے سُنا۔ پاس والوں نے نہ سُنا تو وضو نہیں جائیگا۔ نماز جاتی رہے گی (۴) اگر نماز میں مُسکرایا کہ دانت نکلے مگر آواز بالکل نہیں پیدا ہوئی تو اس سے نہ نماز جائے گی نہ وضو۔

تشہد میں انگلی اُٹھانا

اشہدان لا الٰہ الا اللہ۔ جب لا پر پہنچیں تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھہ کا سرا ملا کر حلقہ بنایئے اور چھنگلیاں اور اس کے پاس والی انگلیوں کو ہتھیلی سے ملا دیجئے۔ اور لا کے لفظ پر کلمہ کی انگلی اُٹھایئے مگر اس کو حرکت نہ دیجئے) اور اِلّا کے لفظ پر گرا دیجئے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لیجئے لا پر کلمہ کی انگلی اُٹھانا مسنون ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے لا الٰہ سے ہر معبود کی نفی ہوتی ہے تو زبان سے ابھی اِلَّا اللہ نہیں کہا کہ کلمہ کی انگلی اٹھا کر عمل سے ایک اللہ کے وجود کا اثبات کر دیا۔ کیا خبر کہ لا الٰہ پر پہنچتے ہی جان نکل جائے اور زبان سے اِلّا اللہ کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

مسبوق التحیات میں کلمہ شہادت کی تکرار کرے

مسبوق وہ شخص ہے جو امام کے ایک یا دو

یا تین رکعت پڑھ لینے کے بعد نماز میں شامل ہوا۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ جب امام قعدۂ اخیرہ میں ہو (ظاہر ہے کہ امام التحیات اور درود و دعا پڑھ کر سلام پھیریگا) تو مسبوق کو چاہیئے کہ التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس رفتار سے پڑھے کہ امام جب پوری التحیات درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے تو یہ ابھی عبدہٗ ورسولہٗ تک پہنچا ہو۔ لیکن اگر ایسا نہ کر سکا۔ یعنی باوجود ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے التحیات عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھ لی ہے تو اب آگے نہ پڑھے۔ بلکہ کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ کو (امام کے سلام پھیرنے تک) بار بار پڑھتا رہے۔ اور جب امام سلام پھیر دے تو کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے ـــــ یہ اس لئے کہ فرض نماز کے درمیانی قعدہ میں صرف التحیات عبدہٗ ورسولہٗ تک ہی پڑھی جاتی ہے اور یہ قعدہ (اگرچہ امام کا آخری قعدہ ہے) مگر مسبوق کا درمیانی قعدہ ہی سمجھا جائے گا۔

اقامت بیٹھ کر سنی جائے اور امام و مقتدی حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں

عام طور پر یہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقتِ اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں یہ خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔ مسنون یہ ہے کہ جب مکبّر اقامت کہے تو امام و مقتدی سب بیٹھے رہیں اور جب حی علی الفلاح پر پہنچے تو اب کھڑے ہو جائیں۔ اس مسئلہ سے لوگ عموماً بے خبر ہیں یا لاپرواہی کرتے ہیں۔

فائدہ۔ اذان کا جواب دینا واجب ہے لیکن جواب اقامت واجب نہیں مستحب ہے۔

تعدیل ارکان یعنی رکوع۔ سجدہ۔ قومہ۔ جلسہ۔ کے درمیان ایک بار سبحان اللّٰہ کہنے کے مقدار ٹھہرنا واجب ہے۔ اسی کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔ اس کے ترک پر نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ اور رکوع سے ذرا اٹھے اور اسی حالت میں سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ یا سجدہ۔ قومہ اور جلسہ کے درمیان ایک بار سبحان اللّٰہ کہنے کی مقدار نہیں ٹھہرتے۔ ایسے لوگوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔

سونے پیتل کی انگوٹھی سونے۔ پیتل۔ تانبے۔ لوہے کسی بھی دھات کی انگوٹھی ریشمی کپڑے آزار بند۔ ندی کا مغرق کلاہ (خواہ جھوٹے کام کا ہو یا سچے کا)

چاندی، سونے، پیتل، لوہے کے زنجیر دار بٹن پہن کر نماز پڑھنا مرد کیلئے مکروہ تحریمہ ہے۔
اگر بٹن چاندی، سونے یا پیتل، لوہے کے ہوں مگر زنجیر دار نہ ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا درست ہے ——— مستورات کو چاندی سونے کے علاوہ کسی بھی دھات (پیتل، تانبا، لوہا رولڈ گولڈ) کا زیور پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔

احتیاط الظہر احتیاطی ضروری ہے یا نہیں۔ جمعہ کی سنتیں کتنی ہیں تفصیل سے بتائیں۔ **جواب** (۱) ہمارے آئمہ کے مذہب پر جمعہ کی صحت و جواز کے لئے شہر شرط ہے۔ اور شہر کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد محلے اور دوامی بازار ہوں اور ضلع یا پرگنہ ہو۔ کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی ایسا حاکم ہو جو ظالم سے ظلم کا بدلہ لے سکے۔ اگرچہ نہ لیتا ہو (غنیہ) لہذا چھوٹے چھوٹے قریوں میں جمعہ نہیں۔ وہاں ظہر فرض ہے۔ اور جماعت واجب اور جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔

شہر میں جہاں جمعہ کی شرائط میں شبہ ہو۔ وہاں جمعہ ضرور پڑھیں اور جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاطی اس نیت سے کہ سب سے پچھلی ظہر جس کو پایا اور ان چاروں میں الحمد کے بعد سورت بھی ملائیں یہ احتیاطی خواص پڑھیں۔ عوام بے سمجھوں کو اس کی حاجت نہیں

(۲) جمعہ کے دن چار سنتیں جمعہ سے پہلے۔ پھر امام کے ساتھ دو فرض جمعہ پڑھیں۔ پھر چھ سنت، پھر چار رکعت ظہر احتیاطی، پھر دو نفل بھی پڑھ لیں تو بہتر ہے۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے نماز جنازہ میں فرض کفایہ کی نیت کی جائے۔ یا فرض کی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پر حاضر ہو جائے تو فرض عین ہو جاتی ہے۔ اس لئے فرض کفایہ نہ کہنا چاہیئے۔

جواب۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان مرد یا عورت نے بھی پڑھ لی۔ تو سب بری الذمہ ہو گئے۔ ورنہ جس کو خبر پہنچی اور اس نے نہ پڑھی گنہگار ہوا۔ نیت کے معنے پکا ارادہ کرنے کے ہیں محض جاننا نیت نہیں تا وقتیکہ ارادہ نہ ہو (تنویر) یعنے اگر دل سے مثلاً ظہر کا قصد کیا، اور زبان سے لفظ جنازہ یا عصر نکلا۔ ظہر ہو گئی۔ کیونکہ معتبر دل کا قصد و ارادہ ہے،

زبان سے بھی نیت کے مطابق الفاظ کہنا مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے۔ (در مختار رد المحتار)

مختلف اہم سوالات

(۱) بدنما دانت پر سونے چاندی یا رولڈ گولڈ کا کور لگانا کیسا ہے ہے، وضو، یا غسل میں نقص آتا ہے یا نہیں۔

۲۔ عشاء کی نمازیں وتر کے بعد نوافل یا قضا نمازیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ یا وتر سے قبل نوافل وغیرہ ادا کرکے آخر میں وتر پڑھنا ضروری ہے؟

۳۔ کسی بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر نماز فجر و عصر ایسے شخص کے پیچھے ادا کرے تو اسی وقت اعادہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ نماز میں بلا عذر کھنکارنا کیسا ہے۔ اگر کسی کو بلغم کی شکایت سے کھنکارنے کی عادت ہو تو اس کا عادتاً نماز کی حالت میں کھنکارنا کیسا ہے۔

۵۔ گھر میں خاوند نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی بیوی اسی مصلے کے قریب نماز پڑھے تو کیسا ہے یہ عورت اپنی نماز میں قرأت نہ کرکے خاوند کی قرأت کو سن لے تو نماز ہوگی یا نہ؟

۶۔ دعا، آہستہ کرنا افضل ہے لیکن جماعت کے ساتھ امام کا زور سے دعا کرنا اور مقتدیوں کا زور سے آمین کہنا درست ہے یا ان کو آہستہ دعا، وآمین کہنا افضل ہے۔

جواب: (۱) محض بدنمائی دور کرنے کے لئے کسی طرح کا خول دانت پر چڑھانا ناجائز ہے غسل میں فرض ترک ہونے کا اندیشہ ہے اور وضو میں سنت، لہٰذا نہیں چاہیئے۔ ہاں اگر دانت درست نہ ہو یا درد کرتا ہو، اس کے مضبوط کرنے کے لئے جائز ہے۔ اور غسل وغیرہ میں اس کا علیحدہ کرنا ناممکن ہو تو نکالنا بھی ضروری نہیں۔

۲۔ نوافل اور تمام قسم کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ صرف طلوع و غروب استوا ان وقتوں میں مطلقاً نماز اور سجدہ ممنوع ہے۔ اور صبح صادق سے طلوع شمس تک کوئی نفل جائز نہیں۔ قضا شدہ نماز پڑھ سکتے ہیں نیز عصر کے بعد سے غروب شمس تک کوئی نفل جائز نہیں۔ قضا میں پڑھ سکتے ہیں۔

۳۔ بدمذہب کی بدمذہبی اگر حد کفر تک پہنچتی ہے تو نہ اس کی نماز نماز اور نہ اس کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ نماز ہوئی۔ اس کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر بدمذہبی حد کفر تک نہیں بلکہ گمراہی تک ہے تو وہ مکروہ تحریمہ ہوئی۔ اس کا اعادہ اسی وقت کرلینا چاہیئے۔

۴۔ بلاضرورت کھنکارنا ایسا کہ دو حرف پیدا ہو جائیں۔ جیسے اح تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر غرض صحیح یا کسی عذر معقول کی وجہ سے کھنکارتا ہے تو حرج نہیں اور محض عادتاً کھنکارنے میں نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہے (درمختار، رد المختار)

۵۔ اگر شوہر امام ہے تو عورت تنہا اس کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے اور محاذات عورت سے مرد کی نماز فاسد ہونے کے شرائط یہ ہیں۔ عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی رہے گی۔ اس کے لئے چند شرطیں ہیں۔

(۱) عورت مشتہات ہو یعنی اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے اگرچہ نابالغہ ہو اور مشتہات میں سن کا اعتبار نہیں۔ نو برس کی ہو یا اس سے کچھ کم کی جب اس کا جثہ اس قابل ہو اور اگر اس قابل نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگرچہ نماز پڑھنا جانتی ہو۔ بڑھیا بھی اس مسئلہ میں مشتہات ہے۔ وہ عورت اگر اسکی زوجہ ہو یا خادمات میں ہو جب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) کوئی چیز انگلی برابر موٹی اور ایک ہاتھ اونچی حائل نہ ہو۔ نہ دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک مرد کھڑا ہو سکے نہ عورت اتنی بلندی پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو اس کے عضو سے محاذی ہو (۳) رکوع سجود والی نماز میں یہ محاذات واقع ہوں۔ اگر نماز جنازہ میں محاذات ہوئی تو نماز فاسد نہ ہوگی (۴) وہ نماز دونوں میں تحریمہ مشترک ہو۔ عورت نے اسکی اقتداء کی ہو۔ یا دونوں نے کسی امام کی اگرچہ شروع سے شرکت نہ ہو تو اگر دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں۔ تو فاسد نہ ہوگی مکروہ ہوگی (۵) ادا میں مشترک ہو کہ اس میں مرد اس کا امام ہو یا ان دونوں کا کوئی دوسرا امام ہو جس کے پیچھے ادا کر رہے ہیں حقیقۃً یا حکماً مثلاً دونوں لاحق ہوں کہ بعد فراغ امام اگرچہ امام کے پیچھے نہیں۔ مگر حکماً امام کے پیچھے ہی ہیں اور مسبوق امام کے پیچھے نہ حقیقتاً ہے نہ حکماً بلکہ وہ منفرد ہے (۶) دونوں ایک ہی جہت کا متوجہ ہوں۔ اگر جہت بدل جائے۔ جیسے تاریک شب میں کہ پتہ نہ چلتا ہو کہ ایک طرف امام کا منہ ہے اور دوسری طرف مقتدی کا۔ یا کعبہ معظمہ میں پڑھے۔ جہت بدلی ہو تو نماز ہو جائے گی (۷) عورت عاقلہ ہو۔ مجنونانہ کی محاذات میں نماز فاسد نہ ہوگی (۸) امام نے امامت زناں کی نیت کر لی ہو اگرچہ شروع کرتے وقت عورتیں شریک نہ ہوں اور اگر امامت زناں کی نیت نہ ہو تو عورت کی ہی

فاسد ہوگی۔ مرد کی نہیں (۹) اتنی دیر تک محاذات ہے کہ کامل رکن ہو جائے یعنی بقدر تین تسبیح کے (۱۰) دونوں نماز پڑھنا جانتے ہوں مرد عاقل بالغ ہو (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری وغیرہ)۔

۴۔ دعا آہستہ کہنی چاہیئے۔ آمین بھی دعا ہے۔ لہٰذا آہستہ کہنی چاہیئے ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ

امام کیسا ہو سوال۔ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت کس کی ہے۔

جواب۔ جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین میں سے کسی ضروری امر کا منکر ہو۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔ ان کے پیچھے نماز بکراہت شدید تحریمہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھر پڑھنا واجب اور انہیں کے قریب ہے۔ فاسق معلن مثلاً ڈاڑھی منڈا یا خشخاصی رکھنے والا یا کترواکر حد شرع سے کم کرنیوالا یا کندھوں سے نیچے عورتوں جیسے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑا پہنے یا معرق ٹوپی کلاہ یا ساڑھے چار ماشے سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار۔ ناچ دیکھنے والا یا سینما دیکھنے والا ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں ایسی غلطی کرتا ہے جو مفسد صلوٰۃ نہیں یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا۔ یا خوبصورت امرد یا جزامی مرض برص والا غسل میت کا پیشہ کرے جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ کہ پڑھنی خلاف اولیٰ ہے اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔ اور یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت کا رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف انکے پہلی دو قسم والوں کے کہ اگرچہ عالم متبحر ہی ہوں حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ و عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو۔ وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھنے چاہئیں۔ بخلاف قسم اول جو ضروریات دین کا منکر ہو نہ ان کی نماز نماز ہے۔ نہ ان کے پیچھے نماز جائز بالغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امام نہ مل سکتا۔

ہو۔ تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

امام اُسے رکھا جائے جو حنفی المذہب صحیح العقیدہ متبع سلف وصالحین صحیح الطہارت صحیح القرأۃ ہو۔ مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب نہ ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہو۔

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم لاری اور بیل گاڑی اور ریل میں نماز کس طرح پڑھی جائے جب ریل وغیرہ میں نماز کا وقت آجائے تو کیا کیا جائے۔

جواب۔ گاڑی کا جوا جانور پر رکھا ہو گاڑی کھڑی ہو یا چلتی۔ اس کا حکم وہی ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے۔ یعنی فرض، واجب سنت بلا عذر جائز نہیں۔ اور جوا جانور پر نہ ہو اور رُکی ہوئی ہو تو نماز جائز ہے (درمختار رد المحتار) یہ حکم اس گاڑی کا ہے جس کے دو پہیے ہوں۔ چار پہیوں والی جب رُکی ہو تو صرف جوا جانور پر ہوگا۔ اور گاڑی زمین پر مستقر ہوگی۔ لہذا جب گاڑی ٹھہری ہوئی ہو اس پہ نماز جائز ہوگی۔ جیسے تخت پر۔ گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لئے عذر یہ ہیں۔ مینہ برس رہا ہو۔ اس قدر کیچڑ ہو کہ اگر نماز اُتر کر پڑھے تو منہ دھنس جائیگا یا کیچڑ بھی سن جائے گا۔ یا کپڑا بچھائے گا تو وہ بالکل لتھڑ جائیگا۔ اور اس صورت میں سواری ہو تو کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ ساتھی چلے جائیں گے یا سواری کا جانور شریر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہوگی اور مددگار کی ضرورت ہوگی اور مددگار موجود نہیں یا بوڑھا ہے کہ بغیر مددگار کے اتر کر چڑھ نہ سکے گا اور مددگار موجود نہیں اور یہی حکم عورت کا ہے یا مرض میں زیادتی ہوگی۔ جان یا مال یا عورت کو ضائع ہونے کا اندیشہ ہو (درمختار ردالمحتار)

چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب سنت وفجر نہیں ہو سکتے۔ اس کو جہاز یا کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی اور لاری ایسی نہیں بہ اختیاری ہے اور وہ غیر اختیاری اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا کے ہو۔ کنارہ پر ہو اور خشکی پر آسکتی ہو۔ تو اس پر بھی جائز نہیں۔ لہذا جب اسٹیشن ریل گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہۃ العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو۔ اس کا یہی حکم ہے۔

وضو کے بعد نفل وضو کے بعد نفل اعضاء کو سوکھا کر پڑھیں یا تر ہی رہنے دیں۔

جواب۔ تحیۃ الوضوء کو وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اور اچھا وضوء کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے" غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے وضو کے بعد فرض وغیرہ پڑھے تو قائم مقام تحیۃ الوضوء کے ہو جائیں گے (رد المحتار)

نماز کے بعض اہم مسائل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا بدا حاجب الشمس فاخروا الصلاۃ حتی تبرز واذا غاب حاجب الشمس فاخروا الصلوٰۃ حتی تغیب (مسلم شریف) جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو جائے تو نماز کو موقوف کر دو۔ یہاں تک کہ آفتاب پورا نکل آئے اور جب آفتاب کا کنارہ غروب ہو جائے تو بھی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ پورا آفتاب غروب ہو جائے۔ پھر حضور نے فرمایا

(۲) فاذا انتصف النھار فاقصر عن الصلاۃ تمیل الشمس (بیہقی) جب نصف النہار کا وقت ہو تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ سورج زائل ہو جائے۔

واضح ہو کہ احناف کے نزدیک نماز فجر و عصر کے بعد نوافل ممنوع ہیں لیکن عصر و فجر کے بعد قضا نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یعنی طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس کے درمیان سوا دو رکعت سنتِ فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں ہے حتیٰ کہ فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کو بھی نماز فجر کے بعد نہ پڑھے۔ بلکہ جب سورج پورا نکل آئے۔ تو ادا کرے۔ ——— اسی طرح نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہیں

طلوع کے وقت مطلقاً نماز ناجائز ہے

طلوع و غروب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں ہے نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا حتیٰ کہ سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت بھی جائز نہیں ہے طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے ان

وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے۔ ڈوبنے تک غروب ہے۔ یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے پیچنے دو طرح کے لباس اور دو دو وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ (بخاری)

فجر کی نماز کے بعد جب تک سورج نہ نکلے اور عصر کے بعد جب تک سورج ڈوب نہ جائے۔

فجر و عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہیں

نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اسی طرح نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک نفل پڑھنا ممنوع ہیں۔ البتہ قضا نماز اگر کوئی ہو تو پڑھ سکتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ حسن بصری سعید بن المسیب، علاء بن زیاد، حمید بن عبد الرحمٰن، امام نخعی اور ایک جماعت صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ (۲) علامہ بطال نے فرمایا۔ فجر و عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنے کی ممانعت پر احادیث متواتر ہیں۔

حضرت فاروق اعظم و حضرت خالد بن ولید ان لوگوں کو دھکے لگاتے تھے جو فجر یا عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھتے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت عمر یا حضرت خالد کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا۔

(۳) وہ جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل ادا فرمائے۔ تو یہ حضور کے خصوصیات سے تھا۔ (عینی ج ۲ ص ۵۹)۔

اگر شمار رکعت میں شک ہو تو کیا کرے

واضح ہو کہ شک کے باب میں تین حدیثیں وارد ہیں۔ اول یہ کہ جب شک ہو تو از سر نو نماز پڑھے۔

دوم۔ یہ کہ جب شک ہو تو تحری کرے۔ سوم۔ یہ کہ جب شک ہو تو یقین پر بنا کرے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب تمہیں شک ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ تین یا چار فلیطرح الشك ولیبن علی استیقن (مسلم) تو شک کو دور اور اس چیز پر عمل کرے جو یقینی ہے۔

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں حدیثوں میں جمع کی صورت یہ پیدا فرمائی۔

ا۔ جس کو شمار رکعت میں شک ہو۔ مثلاً تین ہوئیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو

توسلام پھیرکر یا کوئی عمل منافی نماز کر کے توڑ دے اور اس نماز کو از سرِ نو پڑھے۔ حدیث اول کا یہی مطلب ہے۔

۲۔ اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ پیشتر بھی ہو چکا ہے۔ تو اگر گمانِ غالب کسی طرف ہو تو اس پر عمل کرے۔

ترکِ واجب سے سجدہ سہو لازم ہے | واجباتِ نماز میں سے کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لئے سجدہ سہو واجب ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد دہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔ پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اگر کسی نے چار رکعت پڑھ کر قعدہ آخرہ کر لیا، پھر پانچویں کے لئے کھڑا ہوا اور پانچویں رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ پانچ پڑھی ہیں۔ اور سجدہ سہو کر لیا (چھٹی رکعت اور نہیں پڑھی) فرض ادا ہو گئے۔ مگر پانچویں رکعت بوجہ ایک ہونے کے لغو ہو گئی ــــ اس صورت میں یہ چاہیے کہ جب بقدر تشہد قعدہ اخیرہ کر چکا ہے اور پانچویں کیلئے کھڑا ہو گیا ہے اور پانچویں کا سجدہ کر لیا ہے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کر لے تاکہ چار فرض اور دو نفل ہو جائیں۔ اور پانچویں بوجہ ایک ہونے کے لغو نہ ہو

حضور علیہ السلام نے فرمایا، اذا شك احدكم کہ جب تم میں سے کسی کو رکعتوں کے شمار میں شک ہو۔ تو تحری کرے، مثلاً یہ شک ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار۔ تو تین پر تو یقین ہوا، چوتھی میں شک ہے۔ تو تین کو اختیار کرے، اور چوتھی اور پڑھ لے۔ یا مثلاً دو پڑھی ہیں یا تین۔ تو دو پر تو یقین ہے۔ لہٰذا دو اور پڑھ لے۔ اور سجدہ سہو کرے۔

اور اگر گمان غالب نہ ہو تو کم کی جانب کو اختیار کرے۔ مثلاً تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے اور اگر دو اور تین میں شک ہو تو دو۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور تیسری چوتھی دونوں میں قعدہ کرے تیسری رکعت کا چوتھی ہونا محتمل ہے اور چوتھی میں قعدہ کر کے سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے۔ حدیث سوم کا یہ مطلب ہے۔

فائدہ ۔ گمان غالب کی صورت میں سجدہ سہو نہیں۔ مگر جبکہ سوچنے (تحری) میں بقدر ایک رکن کے وقفہ کیا ہو تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ نیز سجدہ سہو آخیر صلوٰۃ میں کیا جائے اور اس میں حکمت

یہ ہے کہ اگر دورانِ نماز میں کوئی اور غلطی ہو جائے تو اس کی تلافی بھی ایک ہی سجدہ سے ہو جائے

کن صورتوں میں نماز توڑ سکتا ہے

ابن بطال نے فرمایا کہ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا جانور بھاگ جائے تو اس کو نماز توڑ دینا جائز ہے۔ دوبارہ پڑھ لے (۲) اسی طرح اگر کوئی مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو یا کسی شخص کو پکار رہا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ سے جل جائیگا یا اندھا راگیر یا بچہ کنوئیں میں گرا چاہتا ہے۔ ان سب صورتوں میں نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔ جبکہ ان کو بچانے پر قادر ہو۔ اسی طرح کوئی اچانک آفت آجائے۔ مثلاً شیر بھیڑیا۔ اژدہا یا ندی چڑھ آئے سیلاب آجائے۔ تو نماز کو توڑ دینا جائز ہے۔ دو جان کا بچانا فرض ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔ اگر بحالت نماز کسی کو اس کا جو پایہ ایک یا دو قدم کھینچ لے یا دھکیل دے اور نمازی بھی اس کو روکنے کے لئے ایک یا دو قدم آگے پیچھے ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر ایک دم بقدر تین قدم کے کھینچ لے یا دھکیل دے تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔

وہ حدیث جس میں نماز کسوف پڑھنے کا ذکر ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا بحالہ نماز میں نے جنت کو دیکھا۔ اور چاہا کہ جنت کے باغ سے ایک خوشہ توڑ لوں اسی لئے آگے بڑھا تھا اور جہنم کو دیکھا تھا۔ اسی لئے پیچھے ہٹا تھا۔ جس سے واضح ہوا کہ بضرورت بحالتِ نماز کسی چیز کو اٹھانے یا توڑنے یا ایک دو قدم آگے پیچھے ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

فائدہ ۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا میں نے بحالتِ نماز دوزخ کو دیکھا۔

رَاَیْتُ فِیْھَا عَمْرَو بْنَ لُحَیٍّ وَّھُوَ الَّذِیْ سَیَّبَ السَّوَآئِبَ ۔ (بخاری)

اور میں نے جہنم میں عمرو بن لحی کو دیکھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی تھی

عمرو بن لحی زمانہ جاہلیت کا ایک مشرک تھا جس نے بتوں کے نام پر زندہ جانور چھوڑنے کی رسم نکالی تھی مشرکین بتوں کے نام پر چھوڑے گئے۔ جانور کو معظم سمجھتے تھے۔ اس کے آنے جانے کھانے پینے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ جہاں چاہے آئے جائے کھائے۔ اس پر بوجھ بھی نہیں لادا جاتا تھا۔ یہ وہی ہے جو ہندوؤں میں آج تک موجود ہے۔

فائدہ ۔ بحالت نماز مکھی یا مچھر کو پکڑ کر مسل دینا جائز ہے بضرورت ایک یا دو ضرب سے

سانپ یا بچھو کو مار دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

استقبال قبلہ سے عاجز ہونے کی صورتیں

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے (البتہ اگر عذر شرعی ہے تو پھر استقبال قبلہ معاف ہے اور اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں (۱) جو شخص استقبال قبلہ سے عاجز ہو مثلاً مریض ہے کہ اتنی طاقت نہیں کہ قبلہ کی طرف رُخ کرے، اور نہ وہاں کوئی ایسا ہے جو اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کر دے یا اس کے پاس اپنا یا امانت کا مال ہے، جس کے چوری ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہے کشتی کے تختہ پر بہتا چلا جا رہا ہے اور صحیح اندیشہ ہے کہ اگر قبلہ کی طرف منہ کریگا تو ڈوب جائیگا شریر جانور پر سوار ہے کہ اُترنے نہیں دیتا یا اُتر تو جائیگا مگر بے مدد گار سوار نہ ہونے دے گا یا یہ بوڑھا ہے کہ پھر خود سوار نہ ہو سکے گا، اور ایسا کوئی نہیں جو سوار کرا دے ان سب صورتوں میں جس رُخ نماز پڑھ سکے پڑھ لے، اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں اگر سواری کے روکنے پر قادر ہو تو روک کر پڑھے اور ممکن ہو تو قبلہ کی طرف منہ کرے۔ ورنہ جیسے بھی ہو سکے پڑھے —— چلتی کشتی میں نماز پڑھتے وقت بوقت تکبیر تحریمہ قبلہ کو منہ کرے اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے یہ بھی قبلہ کی طرف منہ پھیرتا جائے۔ اگرچہ نفل نماز ہو (غنیہ)۔

اگر کوئی شخص قید میں ہے اور حکام جیل قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنے دیتے تو جیسے بھی ہو سکے نماز پڑھ لے، مگر اس صورت میں جب موقع مل جائے وقت میں یا بعد میں اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔

سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے

احادیث سے واضح ہے کہ محمل، سواری اور گاڑی پر نفل مطلقاً جائز ہے، جبکہ تنہا پڑھے۔ اور نفل جماعت سے پڑھنا چاہے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی الگ الگ سواریوں پر نہ ہوں۔

بیرون شہر سواری پر بھی نفل پڑھ سکتا ہے۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں بلکہ سواری جس رُخ کو جا رہی ہو ادھر ہی منہ ہو اور اگر ادھر منہ نہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور نماز شروع کرتے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ ہونا شرط نہیں، بلکہ سواری جدھر جا رہی ہو اسی طرف منہ ہو اور رکوع و سجود اشارے سے کرے۔ اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع کے پست ہونا چاہیئے۔ واضح ہو یہ حکم صرف نفل نماز کے لئے ہے۔

نماز کیلئے ستر عورت شرط ہے اور اسکے ضروری مسائل

واضح ہو کہ صحت نماز کی چھ شرطیں ہیں۔ طہارت۔ ستر عورت استقبال قبلہ۔ وقت۔ نیت۔ تحریمہ حنفیہ۔ شافعیہ اور اکثر فقہاء و محدثین کے نزدیک ستر عورت شرط نماز سے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (بخاری) ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔

زمانہ جاہلیت میں عورتیں ننگی ہو کر طواف کرتی تھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تقریباً اس پر سب کا اتفاق ہے کہ زینت سے مراد کپڑے ہیں جن سے شرمگاہ وغیرہ ڈھکی رہے۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو۔ ستر عورت کیلئے کافی نہیں۔ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اگر چادر یا دوپٹہ سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساڑھیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتے ہیں۔ ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر نہ ہو سکے۔ علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

۱۔ نماز میں ستر کے لئے پاک کپڑے کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اتنا نجس نہ ہو جس سے نماز نہ ہو سکے اور کپڑا اتنا دبیز ہونا چاہیئے جس سے بدن نظر نہ آئے۔

۲۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے۔ یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ اور آزاد عورت کیلئے سارا بدن عورت ہے سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے۔ سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔

۳۔ جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں سے کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا۔ نماز ہوگئی۔ اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا۔ اگرچہ فوراً چھپا لیا۔ نماز جاتی رہی۔ دوبارہ پڑھے۔

عورتوں کیلئے نماز میں سارے بدن کو چھپانا فرض ہے اور اسکے ضروری مسائل

سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے ۔۔۔ سر کے لٹکے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی

عورت ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے اور کپڑا ایسا ہونا چاہیئے جس سے بدن کی رنگت نظر نہ آئے اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکے یا ایسا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی نہ ہوگی۔ ہاں اگر اس باریک کپڑے پر کوئی ایسا کپڑا پہن لے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے تو نماز ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں ـــــ بعض آثار اور اقوال فقہا میں تصریح ہے کہ عورتیں تین کپڑوں یا دو کپڑوں (قمیص، پاجامہ، اوڑھنی) میں نماز پڑھیں مگر یہ حکم استحبابی ہے اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جبکہ اس سے پورا ستر ہو جائے۔ کافی ہے۔

نماز فجر اجالے میں پڑھنا مستحب ہے

سیدنا امام مالک و امام شافعی و احمد و اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ نماز فجر (غلس) اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔ لیکن یہ استدلال متعدد وجوہ سے درست نہیں۔

اوّل۔ کوئی مرفوع قولی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فجر اندھیرے (غلس) میں پڑھنے کا حکم دیا ہو ـــــ اس کے برعکس کثیر مرفوع متصل صحیح حدیثوں میں حضور علیہ السلام نے فجر کی نماز (اسفار) اجالے میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اور اسی کو باعث اجر کثیر قرار دیا۔

اس سلسلہ میں چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ لاتزال امتی علی الفطرۃ ما اسفروا بالفجر (طبرانی عن ابوہریرۃ) — میری امت اس وقت تک فطرۃ پر رہے گی جبتک فجر کی نماز اجالے میں پڑھے گی۔

۲۔ اصبحوا بصلاۃ الصبح فانہ اعظم للاجر (نسائی، ابن ماجہ) — فجر کی نماز روشن وقت میں پڑھو۔ کیونکہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔

اس مضمون کی حدیث کو ابوداؤد نے رافع بن خدیج سے روائیت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نیز ابن حبان، طبرانی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روائیت کیا ہے۔

۳۔ اسفروا بصلاۃ الصبح فانہ اعظم للاجر (بزار) — حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ فجر اسفار میں پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے۔

۴۔ یابلال نور بصلاۃ الصبح حتی یبصر القوم مواقع نبلھم (ابوداؤد طیالسی۔ طبرانی) — حضور علیہ السلام نے فرمایا اے بلال! نماز فجر اتنے اُجالے میں ادا کر کہ لوگ تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیں۔

ان مضامین کی احادیث کو حسبِ ذیل صحابہ کرام نے روائیت کیا ہے۔

حضرت بلال (بزار) حضرت انس (بزار) قتادہ بن نعمان (بزار) ابن مسعود (طبرانی) ابو ہریرہ (ابن حبان) ابوہریرہ و ابن عباس (طبرانی) ابودرداء (ابو اسحٰق) حواء انصاریہ وکانت من المبایعات۔ (عینی ج ۲ ص ۲۵۲ تا ص ۲۵۶)۔

یہ تمام قولی حدیثیں ہیں جن میں حضور علیہ السلام نے نماز فجر اجالے میں پڑھنے کا حکم دیا اور جب قولی و فعلی حدیث میں تعارض ہو تو قولی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

دعویٰ ۸۔ عامہ صحابہ کرام نمازِ فجر اجالے میں پڑھتے تھے۔

۱۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو بکر نے نماز پڑھائی۔ اور اس میں سورۃ آل عمران پڑھی۔ فقالوا کادت الشمس تطلع۔ تو لوگوں نے کہا سورج نکلنے کے قریب ہے۔ (بیہقی)

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھتے فکان یسفر بصلوٰۃ الصبح تو آپ نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے (طحاوی شریف)

۳۔ ابو عثمان نہدی سے روائیت ہے کہ ہم نے حضرت عمر فاروق کے پیچھے نماز پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو عقل والے لوگوں نے خیال کیا کہ ان الشمس طلعت سورج نکلا ہی چاہتا ہے (بیہقی)

۴۔ علی ابن ربیعہ کہتے ہیں۔ میں نے علی المرتضیٰ کو کہتے ہوئے سنا۔

یا قنبر اسفر اسفر۔ (طحاوی) اے قنبر اُجالا کرو۔ اُجالا کرو (یعنی نماز فجر اجالے میں پڑھی جائے۔

ان آثار سے واضح ہوتا ہے کہ عامہ صحابہ کرام نمازِ فجر اُجالے میں ادا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے عمل کے خلاف متفق نہیں ہو سکتے۔ صحابہ کا یہ عمل اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ افضل یہی ہے کہ نماز فجر اُجالے میں پڑھی جائے اور غلس اندھیرے میں پڑھنا گو جائز ہے مگر افضل نہیں۔ بلکہ امام طحاوی علیہ الرحمتہ نے ان آثار پر بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جن احادیث میں نمازِ فجر اندھیرے میں ادا کرنے کا ذکر ہے۔ وہ قولی حدیثوں سے منسوخ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کا نماز فجر کو اجالے میں پڑھنے پر اتفاق ہے۔

امام طحاوی نے ابراہیم نخعی سے باسنادِ صحیح روائیت کیا۔

قال ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی شیٔ کا اجتماعھم علی التنویر فی الفجر) کہ حضور کے صحابہ کسی مسئلہ پر ایسے متفق نہ ہوئے جیسے نماز فجر کو اجالے میں پڑھنے پر متفق ہوئے ہیں۔

غرضکہ صحابہ کرام کا اتفاق بھی اس امر پر دال ہے کہ نمازِ فجر کو اُجالے میں پڑھنا افضل ہے۔

واضح ہو کہ فجر کی نماز اندھیرے یا اُجالے میں پڑھنے کے متعلق جو اختلاف ہے وہ جواز و عدم جواز کا نہیں ـــــ یعنی اگر کسی نے نمازِ فجر (غلس) اندھیرے میں ادا کی تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز نہ ہوئی کیونکہ غلس میں پڑھنا بھی وقت ہی میں پڑھنا ہے۔ اختلاف محض اس بات میں ہے کہ نمازِ فجر کا جو وقت ہے اسکے بالکل اوّلین وقت (غلس) میں نماز ادا کرنا افضل ہے یا اسفار میں۔

تو احادیث و آثار کے غائر مطالعہ کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فجر کے وقت کے اولیں لمحہ میں نماز پڑھنا گو جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ اسفار میں پڑھے۔ جیساکہ احادیث قولیہ سے ثابت ہے۔

اور اسفار کا مطلب یہ ہے کہ اُجالا ہو۔ زمین روشن ہو جائے تو نماز شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے۔ پھر سلام پھیرے تو اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے۔ اور اتنی تاخیر مکروہ ہے۔ کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مسلک ہے۔

سنت مؤکدہ کے احکام اور تعداد

واضح ہو کہ سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی ہے اس کو بلا عذر ایک بار بھی ترک کرنا مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت بنالے تو فاسق ہے۔ سنتِ مؤکدہ کو سنن الھدیٰ بھی کہتے ہیں۔

دوسری قسم غیر مؤکدہ ہے جس کو سنن الزوائد بھی کہتے ہیں۔ کبھی اس کو مستحب و مندوب بھی کہتے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ پڑھو تو ثواب ہے نہ پڑھو تو حرج نہیں نیز (نفل) کا لفظ عام ہے سنت پر بھی نفل کا اطلاق آیا ہے اور اس کے غیر کو بھی نفل کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام باب النوافل میں سنن کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔

(۲) سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت نماز فجر سے قبل۔ چار ظہر سے پہلے دو بعد۔ دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد۔ اور چار جمعہ سے پہلے

ابوداؤد و نسائی و مسلم و ترمذی کی حدیثوں میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔

۱۔ کان لایدع اربعا قبل الظھر۔ حضور ظہر سے قبل کی چار سنتیں نہیں چھوڑتے تھے

۲۔ کانَ یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا۔ حضور ظہر سے پہلے چار سنت میرے گھر میں ادا فرماتے تھے۔

۳۔ اور حدیث ترمذی من روایۃ عاصم بن حمزہ عن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ہے۔

کَانَ النَّبِیّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یصلی قبل الظھر اربعا و بعدھا رکعتین۔ کہ حضور علیہ السلام ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے فرمایا۔ حدیث علی حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اصحاب رسول سے اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں نے بھی اسی کو اختیار کیا کہ ظہر سے قبل چار اور بعد دو رکعت سنت پڑھی جائیں (عینی جلد ۳ ص ۲۰۵)

۴۔ جمعہ کے بعد حضور سے دو رکعت اور چار رکعت پڑھنا مروی ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے پھر دو۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا جو تم میں سے جمعہ کے بعد نفل پڑھنا چاہے تو فَلْیُصَلِّ اربعا تو چار رکعت پڑھے ——— امام ترمذی نے فرمایا بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ بہر حال افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پھر دو رکعت سنت پڑھ لی جائیں۔

نمازی کے آگے سے گذرنا سخت گناہ ہے

واضح ہو کہ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ اس سلسلہ کی دو حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر کوئی نمازی کے آگے سے گذرنے کے گناہ کو جانتا تو سو برس کھڑے رہنے کو ایک قدم چلنے سے بہتر جانتا۔ (ابن ماجہ)

(۲) کعب احبار نے فرمایا نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ میدان اور بڑی مسجد (جیسے شاہی مسجد لاہور، میمن مسجد کراچی، مسجد وزیر خاں لاہور) میں نمازی کے قدم سے موضع سجود تک گذرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے۔ تو جتنی دُور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے۔ اس کے بعد سے گذرنا جائز ہے۔ اور مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں۔

اگر نمازی سترہ قائم کرکے نماز پڑھ رہا ہے تو سترہ کے بعد سے گذرنے میں حرج نہیں۔

نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گذرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گذرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گذرنے سے روکے اور گذرنے سے روکنے کے طریقے احناف کے نزدیک حسب ذیل ہیں۔

(۱) اگر نماز جہری ہے تو زیادہ بلند آواز سے قرأت کرکے روکے اور اگر نماز سری ہے تو ہاتھ یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے یا سبحٰن اللہ اکبر کہہ کر منع کرے۔ اس سے زیادۃ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا۔ بلکہ عمل کثیر ہو گیا تو نماز ہی جاتی رہی ——— اور حدیث میں قاتلہ کا لفظ بھی آیا ہے کہ جو نمازی کے آگے سے گذرے اس سے لڑو۔ لیکن احناف کے نزدیک یہ فعل قلبی پر محمول ہے حسی پر نہیں یعنی (فاقتلہ) کا مطلب یہ ہے کہ اشارہ یا تسبیح وغیرہ سے بھی کوئی گذرنے سے باز نہ آئے تو نمازی اپنے دل میں اس سے گذرنے کو سخت و شدید طور پر برا سمجھے ——— یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے ہاتھا پائی شروع کرے یا اس کے کپڑے وغیرہ گھسیٹے۔

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا نمازی کے آگے سے گذرنے والا شیطان ہے۔ یہ اس اعتبار سے کہ گذرنے والے نے شیطان کا سا کام کیا۔ کیونکہ شیطان کا کام ہی یہ ہے۔ کہ نمازی کی نماز میں خلل ڈالے۔

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا واجب ہے

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا اور خوب مل کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثوں کے خلاصے یہ ہیں (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا صفوں کو برابر رکھنا تمام نماز سے ہے (بخاری) (۲) جو صف کو ملائیگا اللہ اس کو ملائیگا اور جو صف کو قطع کریگا۔ اللہ اسے قطع کریگا (رواہ الحاکم علی شرط مسلم) (۳) اگلی صفیں پوری کرو اور مل کر کھڑے ہو۔ ملائکہ بھی اپنے رب کے حضور اسی طرح صف باندھتے ہیں (مسلم و ابوداؤد) (۴) اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں (حاکم علی شرط مسلم) (۵) جو صفوں کو ملاتے اللہ اس کا درجہ بلند کریگا اور جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا (طبرانی و ابن ماجہ) (۶) بوقت اقامت حضور صف کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے اور مقتدیوں کے مونڈھے یا سینے پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے مختلف کھڑے نہ ہو۔ کہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے (۷) صفوں کو برابر کرو اور مونڈھوں کو مقابل کرو (طبرانی و احمد)

معلوم ہوا کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مونڈھے دوسرے شخص کے مونڈھے کے برابر ہوں

(۸) کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔

(۹) حضور علیہ السلام صحابہ کی صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے تھے (بخاری) حضور نے فرمایا۔

اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّیْ — فرمایا صفوں کو برابر رکھو اور مل کر کھڑے ہو میں

اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ (بخاری) — تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

تَرَاصُّوْا کے معنے تضاموا وتلاصقوا کے ہیں یعنی بعض کا بعض سے مل جانا اس طرح کہ درمیان میں خلا نہ رہے۔ بنیان مرصوص کے بھی یہ ہی معنی ہیں۔

لوگوں کی گردنیں پھاند کر اگلی صف میں جگہ بنانا ممنوع ہے

آداب مجلس میں سے یہ بھی ہے کہ جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائے۔ کود پھاند کر لوگوں پر سے پھلانگ کر اگلی صف میں جا کر بیٹھنا یا جو پہلے سے بیٹھا ہو ہے اس کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جانا ممنوع ہے۔ بلکہ سنن و مسانید میں اس فعل کی ممانعت پر وعیدیں بھی آئی ہیں۔ اسی لئے بعض علماء نے اس فعل کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا۔ اور یہ حکم صرف جمعہ و عیدین کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ دیگر اجتماعات کے لئے بھی یہ ہی حکم ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے۔ کہ جو شخص جمعہ کے دن امام کے آجانے کے بعد لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے آجاتا ہے اور دو ملے بیٹھے ہوؤں میں جدائی ڈالتا ہے۔ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹے گا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں آئے کہ اس فعل کا مرتکب شخص جہنم کا پل بنے گا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوران خطبہ لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے بڑھنا چاہا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اجلس فقد اذیت — اپنی جگہ پر بیٹھ جا تو نے ایذا دی۔

اجتماعات میں لازم ہے کہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے لوگوں کو تنگ کر کے آگے نہ بڑھے یہ ہی حکم قاضی و حاکم کے لئے ہے۔ الا یہ کہ کسی ضرورت سے ایسا کرنا پڑے یا خطیب و امام ہو کہ اس کو مصلے پر پہنچنا ہے یا کوئی ایسی شخصیت ہو کہ لوگ خود ہی اس کو اگلی صف میں بٹھانا چاہیں تو حرج نہیں۔

فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص دیکھا کہ نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد دو رکعت پڑھ رہا ہے۔ جب حضور نے سلام پھیرا تو لوگوں نے اس شخص کو گھیر لیا اور حضور نے فرمایا کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جماعت قائم ہو جانے کے بعد نفل کا شروع کرنا جائز نہیں اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے البتہ سنت فجر کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہ وابن سیرین و ابراہیم وعطاء وامام شافعی، احمد واسحٰق وابوثور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز فجر کیلئے مسجد میں آیا اور جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو اب اس کو سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اور دلیل ان حضرات کی حدیث زیر بحث ہے۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ اور اوزاعی نے فرمایا کہ مذکورہ بالا صورت میں سنت فجر خارج مسجد ادا کرے جبکہ اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت امام کے ساتھ پالیگا۔ امام اعظم علیہ الرحمتہ کا مذہب صرف اسی قدر ہے۔ کما فی الجامع الصغیر والبدائع۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مسجد کے دروازہ پر سنت فجر پڑھے تاکہ سنت اور جماعت دونوں کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ ذخیرہ محیط میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سنت فجر گھر میں پڑھے اور اگر گھر میں نہیں پڑھی اور امام مسجد نماز فجر پڑھا رہا ہے تو مسجد کے دروازہ پر اگر کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو مسجد کے اندر کے حصہ میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصہ میں اور اگر باہر کے حصہ میں ہو تو اندر پڑھے۔ اور اگر اس مسجد میں باہر اندر درجے نہ ہوں تو ستون یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے تاکہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے۔ چنانچہ علامہ طحاوی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہے کہ سنت فجر اور نماز فجر ایک جگہ نہ پڑھی جائے۔ بلکہ دونوں میں فصل کیا جائے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ابن بحینہ سنت فجر پڑھ رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا۔ لا تجعلوا هذه الصلوٰة کصلوٰة الظهر واجعلوا بينهما فصلا اس سے واضح ہوا۔ سبب کراہت یہی ہے کہ نفل و فرض دونوں ایک مقام پر پڑھے جائیں اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ خارج مسجد یا مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھنا مکروہ نہ ہو۔ چنانچہ حسب ذیل آثار سے امام طحاوی علیہ الرحمتہ کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب اقامت ہو جائے۔ تو کوئی نماز جائز نہیں۔ الا رکعتی الفجر۔ مگر فجر کی دو سنتیں امام بیہقی علیہ الرحمتہ نے اگرچہ خط کشیدہ استثنا کو بے اصل قرار دیا ہے اور اس کے راوی حجاج و عباد کو ضعیف کہا ہے۔ مگر علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ میں نے ابن معین سے حجاج بن نصیر فساطیطی بصری کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا وہ صدوق ہے اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور عباد بن کثیر صالحین سے ہیں (عینی ج ۲ صـ۱۱)

(۲) ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں شعبی سے اور مسروق سے مروی ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت مسروق نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ فصلی هما فی ناحیة المسجد ثم دخل مع القوم فی صلاتهم۔ تو انہوں نے مسجد کے ایک کونہ میں سنتِ فجر پڑھیں۔ اور پھر نماز میں شامل ہو گئے۔

(۳) حضرت سعید ابنِ جبیر مسجد میں آئے اور امام نماز فجر میں مشغول تھا۔ آپ نے سنتِ فجر مسجد کے دروازہ پر پڑھیں۔ فصلی الرکعتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد۔

(۴) ابی عثمان الہندی کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور حضرت عمر نماز پڑھا رہے تھے اس نے مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت فجر پڑھیں۔ پھر جماعت میں شامل ہوا۔

(۵) مجاہد کہتے ہیں کہ جب تو مسجد میں داخل ہو اور نماز فجر ہو رہی ہو اور تو نے سنت فجر نہ پڑھی ہوں۔ فارکعهما وان ظننت ان الرکعة الاولی تفوتك تو سنت فجر پڑھ لے اگرچہ تجھے فجر کی پہلی رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۶) وبرہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر کو اسی طرح کرتے دیکھا اور ابو درداء کہتے ہیں کہ میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں۔ ان تمام روایتوں کو زبیدی نے اتحاف میں ذکر کیا ہے۔

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے اور نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی، آپ نے ستون کی آڑ میں دو رکعت سنت فجر پڑھی اور اس وقت حضرت حذیفہ و ابی موسیٰ بھی موجود تھے (۳) ابن بطال نے کہا کہ اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب و ابی الدرداء و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے (۴) اور حضرت ابن عمر کے متعلق ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا۔ تو وہ حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہاں دو رکعت سنت فجر

پڑھیں پھر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے (عینی جلد ۳ ص ۱۱)

نیز صحیح ابن خزیمہ کی حدیث۔ عن انس خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اقیمت الصلوٰۃ فرأی ناسًا یصلّون رکعتین بالعجلۃ فقال اصلاتان معًا ؟ فنھی ان تصلیا فی المسجد اذا اقیمت الصلوٰۃ۔ اس میں تصریح ہے کہ نہی مقتصر علی المسجد ہے۔ اور سنت فجر کی تخصیص کو مزید تقویت ان احادیث سے بھی ہو جاتی ہے جس میں حضور نے "سنت فجر کے پڑھنے کی تاکید اکید فرمائی اور یہاں تک فرمایا کہ اگر تمہیں گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جانے کا خطرہ بھی ہو تو بھی سنت فجر کو چھوڑو"۔

سنتِ فجر کی اہمیت اور اسکے بعض ضروری مسائل

متعدد حدیثوں سے سنتِ فجر کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا (۱) رکعتا الفجر خیرٌ مِنَ الدنیا وَما فیھا (مسلم) — فجر کی دو سنتیں دنیا اور آخرت کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔

۲۔ لَھُمَا اَحَبُّ مِنَ الدنیا جمیعًا (مسلم) — یہ دونوں رکعتیں ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

۳۔ لاتدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل (ابو داؤد) — فجر کی سنتیں نہ چھوڑو۔ اگرچہ گھوڑے سوار تم کو پامال کر دیں۔

۴۔ آیت قرآنی وَمِنَ اللَّیْلِ فسبحہ وَادبارَ النجوم کی تفسیر میں ابن عباس سے مرفوعًا مروی ہے قال الرکعتان قبل الفجر (ترمذی) — یعنی آیت میں سنتِ فجر مراد ہیں۔

۵۔ حضرت بلال فرماتے ہیں۔ میں صبح کی نماز کے لئے حضور علیہ السلام کو بلانے گیا اور عرض کی۔ اصبحت جدًا۔ حضور آج تو بہت دیر ہو گئی ہے تشریف لائیے۔ آپ نے فرمایا۔ لو اصبحتُ اکثر مما اصبحتُ لرکعتھما (ابو داؤد) (عینی ج ۳ ص ۱۲۶) — اگر اس سے بھی زیادہ دیر ہو جاتی تو میں سنتیں پڑھے بغیر نہ آتا۔

۱۔ ان حدیثوں سے سنتِ فجر کی اشرفیت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔ انہیں احادیث سے حنفیہ نے یہ استدلال کیا کہ اگر کوئی ایسے وقت میں مسجد میں پہنچے کہ نماز فجر کے لئے امام کھڑا ہو گیا ہو اور یہ خیال ہو کہ سنت فجر پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہو سکے گا۔ تو سنت فجر پڑھ لے اور اگر فرض کی جماعت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو نہ پڑھے اور جماعت میں شامل ہو جا۔۔

(۲) واضح رہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ سنت فجر پڑھ سکتا ہے کیونکہ سنت فجر تمام سنتوں سے قوی تر ہے۔ حتیٰ کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمتہ کی طرف وجوب کی نسبت غلط ہے (کما صرح بہ صاحب التوضیح) اور سنت فجر کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شبہتہً یا براہ جہل ہو تو خوف کفر ہے۔ اور اگر دانستہ بلا شبہ انکار کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ لہٰذا فجر کی سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر اور نہ چلتی گاڑی پر۔ ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے (ردالمحتار وعینی)

(۳) سنن مؤکدہ میں سب سے زیادہ قوی تر سنت سنت فجر ہے۔ اس کے بعد مغرب کی دو سنتیں پھر ظہر کے بعد کی دو۔ پھر عشاء کی بعد دو۔ پھر ظہر سے پہلے چار سنتیں اور اصح یہ ہے کہ سنت فجر کے بعد ظہر کی پہلی چار سنتوں کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ حدیث میں خاص ان کے بارے میں فرمایا جو انہیں ترک کرے گا اسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۴) اگر فرض پڑھ لئے اور سنت فجر قضا ہو گئیں۔ تو اب سنتوں کی قضا نہیں۔ البتہ امام محمد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے (غنیہ)

(۵) واضح ہو کہ سنت فجر جب قضا ہو جائیں تو ان کو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ آجکل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

(۶) فجر کی نماز قضا ہو گئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے۔ ورنہ نہیں علاوہ سنت فجر کے اور سنتیں قضا ہو گئیں۔ تو ان کی قضا نہیں ہے (ردالمحتار)

قنوت فی الفجر منسوخ ہے

متعدد حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی ضرور ہے۔ مگر پھر اس کو ترک فرما دیا۔ لہٰذا جب ترک فرما دیا تو پھر قنوت پڑھنے کا جواز کہاں رہا —— نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کے متعلق حدیث انس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ابو جعفر رازی سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھی ہے حتیٰ فارق الدنیا حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ قنوت منسوخ نہیں ہوئی۔ بلکہ اس پر تو حضور علیہ السلام

نے اپنی حیاتِ اقدس کے آخری لمحات تک عمل کیا ۔۔۔۔ لیکن اس کے متعدد معقول جواب ہیں اولاً یہ کہ حضرت انس ہی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ تک پڑھی پھر اس کو ترک فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ مصنف کی حدیث یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا کے جو الفاظ ہیں ان میں قنوت سے قنوت نازلہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ طول قیام و قرأت مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قنوت کا اطلاق متعدد معانی پر آتا ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگا۔ ثانیاً مصنف کی حدیث کے ایک راوی ابا جعفر رازی ہیں جن کا نام عیسٰی بن ھامان ہے ان کے متعلق ابن المدینی، ابن حبان یحییٰ، امام احمد، ابو ذرعہ نے بہت کچھ کلام کیا ہے اور ابن جوزی نے کہا۔ ھذا حدیث لا یصح لہذا قابلِ استدلال نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کبھی صبح کی نماز میں اور کبھی مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے، حتی نزل لیس لک من الامر شئی فترک الا فی الصبح۔ حتی کہ آیت لَیْسَ لَکَ نازل ہوئی، تو آپ نے باقی نمازوں میں تو قنوت کو ترک کر دیا مگر نماز فجر میں جاری رکھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ نماز میں قنوت کو جاری رکھنے پر کوئی دلیل ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ قبیلہ رعل و ذکوان پر قنوت نازلہ پڑھی۔

فلما ظھر علیھم ترک القنوت (طحاوی) پھر جب آپ ان پر غالب آگئے تو آپ نے قنوت چھوڑ دی

حضرت ابن مسعود بھی اپنی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ صرف وتروں میں پڑھتے تھے۔

(طحاوی ج ۱ ص ۱۴۹ و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۶)۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر جنہوں نے قنوت نازلہ کے پڑھے جانے کو روایت بھی کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آیت لیس لک من الامر نازل ہوئی، تو قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہو گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر بھی حضور کے وصال کے بعد قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اور جو پڑھتا تو اس پر اعتراض

لہ واضح ہو کہ قنوت کا اطلاق متعدد معانی پر آتا ہے۔ اطاعت۔ قیام۔ خشوع و خضوع۔ سکوت۔ جیسے ان آیات میں یا مریم اقنتی۔ قوموا للہ قانتین۔ کل لہ قانتون۔ من یقنت منکن۔ ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا۔ ام من ھو قانت آناء اللیل اور حدیث میں آیا۔ افضل الصلاۃ طول القنوت۔

اعتراض کرتے تھے (طحاوی) حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر فرماتے ہیں کہ

۳۔ ان اللہ عزّوجل نسخ ذالک بقولہ لیس لک من الامر شیئی (عینی ج ۳ ص۲۵) — آیت لیس لک من الامر کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے قنوت کو منسوخ فرما دیا۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ۔

۴۔ لم یقنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفجر الا شھراً (فتح القدیر باب الوتر) — کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں ہرگز قنوت نہیں پڑھی مگر ایک ماہ۔

ان تمام حدیثوں سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں بھی قنوت کو ترک کر دیا تھا۔

اس حدیث میں تو نماز فجر کی تصریح بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں قنوت صرف ایک ماہ تک پڑھی۔ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں بھی قنوت مشروع نہیں ہے اور علامہ کرمانی کا یہ فرمانا کہ نماز فجر میں قنوت جاری رہی۔ غلط ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عمر۔ ابن زبیر۔ سعید بن جبیر۔ حضرت عمر ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی نماز فجر میں قنوت کو منسوخ ہی جانتے تھے اور نہیں پڑھتے تھے (عینی ج ۳ ص۲۷)

خلاصہ احادیث

(۱) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی (نسائی ج ۱ ص۱۴۶) (۲) سالم کے والد فرماتے ہیں کہ حضور نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو اس پر آیت لیس لک من الامر نازل ہوئی (نسائی ج ۱ ص۱۶۴)۔

(۳) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے قنوت کو ترک فرما دیا (نسائی ج ۱، ابوداؤد ج ۱ ص۲۱۱ مسند ابو داؤد وطیالسی ج ۸ ص۲۷) (۴) حضور علیہ السلام کے بعد خلفائے راشدین میں سے کسی نے بھی فرض نمازوں میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی (نسائی ج ۱ ص۱۶۴، مجمع الزوائد ج ۱ ص۱۹۶) (۵) حضرت ابن عمر نے فرمایا امام کا سورت سے فارغ ہونے کے بعد تنہا قنوت پڑھنے کے لئے قیام کرنا اور نماز میں رفع یدین کرنا دونوں بدعت ہیں (مجمع الزوائد ج ص۱۹۲)، (۶) حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ ان القنوت فی صلوٰۃ الصبح بدعۃ۔ نماز فجر میں قنوت پڑھنا بدعت ہے (دارقطنی ص۱۷۹)۔

پہلے اور صفحات گذشتہ پر جو احادیث ہم نے ذکر کیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ قنوت نازلہ کا نماز فجر

میں پڑھنا بھی منسوخ ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قنوت الفجر کو بدعت قرار دیا۔

جب بیر معونہ پر ستر صحابہ کرام کو جو قاری تھے شہید کر دیا گیا تھا حضور علیہ السلام نے ان کفار پر بددعا فرماتے ہوئے قنوت نازلہ (یعنی آفت ومصیبت کے وقت کی دعا) پڑھی تھی۔

قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہے

حدیث میں یسیراً کا لفظ آیا ہے جس کے معنے ہیں کچھ دن۔ دوسری حدیثوں میں اس ابہام کی وضاحت موجود ہے کہ آپ نے قنوط نازلہ صرف ایک مہینہ پڑھی تھی چنانچہ روایت ابو داؤد میں حضرت انس ہی سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے

قنت شہراً ثم ترکہ ایکماہ تک قنوت پڑھی تھی اسکے بعد ترک فرمادی۔

(۲) علامہ خطابی نے کہا کہ ترکہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے چار نمازوں میں قنوت نازلہ کو ترک دیا۔ ولم یترکہ صلوٰۃ الفجر یعنی نماز فجر میں قنوت کو ترک نہیں کیا ——— لیکن ظاہر ہے کہ نماز فجر کی تخصیص بلادلیل ہے۔ کیونکہ ترکہ کی ضمیر اسی قنوت کی طرف راجع ہے۔ جس پر لفظ قنت دال ہے اور یہ عام ہے۔ جمیع القنوت الذی کان فی الصلیات کو شامل ہے۔ لہٰذا جب تک فجر کی تخصیص پر کوئی دلیل نہ قائم ہو۔ اس وقت تک تخصیص فجر تحکم محض ہے۔ غرضیکہ ترکہ کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز پنجگانہ میں قنوت نازلہ کو پڑھنا ترک فرما دیا تھا۔ اور ترک بعد از عمل نسخ ہوتا ہے۔ لہٰذا قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہوا۔

نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے اس کا اتمام واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے لا تبطلوا اعمالکم "اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" لہٰذا فرائض کے علاوہ اگر کسی نے نفل شروع کرلئے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس نے نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے ——— وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے صبح کی ہم نفلی روزہ سے تھیں کہ اتنے میں ایک بکری بطور ہدیہ ہمیں دی گئی تو ہم نے روزہ افطار کرلیا اور بکری کا گوشت کھایا۔ حضور علیہ السلام کو اطلاع ہوئی

تو فرمایا۔ صُوْمَا یَوْمًا مَکَانَہٗ (احمد) تم دونوں اس روزہ کی جگہ ایک روزہ رکھو۔

نیز دار قطنی میں ہے کہ حضرت جویریہ نے نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کی قضا کرو۔ اس سے واضح ہو گیا کہ نفلی روزہ شروع کرنے سے اس کا اتمام واجب ہوتا ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کو فاسد کر دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ جن احادیث میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزہ رکھ کر افطار فرما لیا۔ اس سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ نفلی روزہ رکھ کر کسی عذر معقول کی وجہ سے اس کو افطار کر لینا جائز ہے۔ مگر جب افطار کر لیا تو اس کی قضا واجب ہے۔

واضح ہو کہ نفلی روزہ رکھ کر اس کو کسی عذر معقول کی وجہ سے توڑ دینا جائز ہے۔ گناہ نہیں ہے البتہ اس کی قضا ضروری ہو جاتی ہے۔

ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھی جائے

واضح ہو کہ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے۔ سردیوں میں نماز ظہر جلدی پڑھنا اول وقت میں پڑھنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا کہ دوپہر کی تیزی کم ہو جائے مستحب ہے۔ جیسا کہ احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کا وقت بھی ظہر ہی کا وقت ہے۔ لہذا گرمیوں میں جمعہ بھی ظہر کی طرح تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے اور اول وقت میں پڑھنا خلاف سنت ہے اور حکمت اس میں یہ ہے۔ گرمیوں میں تاخیر سے ظہر پڑھنے میں ایک تو لوگوں کو آرام ملتا ہے۔ دوسرے سنت قیلولہ سے محرومی نہیں ہوتی تیسرے تقلیل جماعت نہیں۔ اگر گرمیوں میں ظہر اول وقت یعنی سورج ڈھلنے کے فوراً بعد پڑھ لی جائے تو اس طرح سخت دھوپ اور لو میں مسجد میں آنا تکلیف کا باعث ہو گا خصوصاً گرم ممالک میں اور وہاں جہاں مسجد دور ہو ــــ اس کے علاوہ عام طور پر گرمیوں میں لوگ کھانا کھا کر سو جاتے ہیں جو سنت بھی ہے۔ اور اول وقت میں پڑھنے سے لوگ سنت قیلولہ سے محروم ہو جائیں گے اور آرام کے وقت انہیں مسجد میں آنا بھی گراں ہو گا۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھتے۔

وَاِذَا کَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ (نسائی) اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھ لیتے۔

۲۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روائیت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا۔

يُعَجِّلُهَا فِي الشِّتَاءِ وَيُؤَخِّرُهَا فِي الصَّيْفِ (طحاوی)

آپ سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے

سترہ کے مسائل

(۱) ہاتھ میں کوئی ایسا آلہ رکھنا (خصوصاً سفر میں) جس سے دشمن کو دفع کر سکے مستحب ہے امام و منفرد صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گذرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں (۲) امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔ مقتدی کو جدید سترہ کی ضرورت نہیں اور سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو یا زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ سترہ نزدیک ہونا چاہیئے۔ سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو۔ بلکہ داہنے یا بائیں بھوں کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر سترہ نصب کرنا ناممکن ہو تو کوئی چیز آڑی رکھدے۔ یہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ دے۔ غرضکہ جو چیز بھی آڑ بن سکے۔ وہ سترہ کے کام آسکتی ہے مثلاً لکڑی، پتھر، درخت، آدمی، جانور وغیرہ۔ مگر آدمی کو اس حالت میں سترہ کیا جائے جب اس کی پیٹھ مصلی کی طرف ہو۔ کیونکہ مصلی کی طرف منہ کرنا منع ہے ____ سترہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ اب سترہ کے آگے سے گزرنا جائز ہو جاتا ہے ___ اور اگر کسی نے بلا سترہ شارع عام پر نماز پڑھی اور عورت و مرد جانور وغیرہ آگے سے گذرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسجد کو گندگی اور ہر گھن کی چیز سے پاک صاف رکھنا ضروری ہے

۱۔ مسجد کو ہر قسم کی گندگی اور گھن کی چیز جیسے بدن کا میل کچیل، تھوک، رینٹ، کھنگار وغیرہ سے پاک صاف رکھنا واجب ہے۔

۲۔ مسجد کی خبر گیری متولی یا منتظم یا امام کے فرائض میں سے ہے۔

۳۔ آدمی کے فضلات، پسینہ، تھوک، رینٹ وغیرہ پاک ہیں اور بحالت نماز کپڑے میں بضرورت لے لینے میں حرج نہیں۔

۴۔ مسجد میں وضو کرنا، کلی کرنا، مسجد کی دیواروں چٹائیوں پر یا ان کے نیچے تھوکنا یا ناک سنکنا

ؔ عون بن ابی جحیفہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو بطحا میں نماز پڑھائی (اور آپکے سامنے برچھی گڑی ہوئی تھی) ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں اور آپکے آگے سے عورتیں اور حمار گذرتے تھے۔ (بخاری)

ممنوع ہے۔ اور چٹائیوں کے نیچے ڈالنا اوپر ڈالنے سے اور بُرا ہے اور اگر ناک سنکنے یا تھوکنے کی ضرورت پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے۔

۵۔ جب تھوکے تو قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ حضور نے فرمایا۔ جو قبلہ کی جانب تھوکے۔ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا تھوک دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا۔ اور امام احمد کی روائیت میں ہے کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔

اور اس سلسلہ کی احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ رُخ تھوکنا کم از کم مکروہ تحریمہ ضرور ہے۔ کیونکہ اس فعل پر وعید آئی ہے۔ اور ابوداؤد و ابن حبان میں سائب ابن خلاد کی حدیث میں ہے کہ ایک امام کو حضور نے قبلہ رخ تھوکنے کی وجہ سے امامت سے معزول کر دیا۔ اور فرمایا۔

انك اذيت الله و رسوله تونے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے

اور یہ ممانعت کا حکم مسجد و خارج مسجد دونوں کو شامل ہے ــــ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا۔ کہ مسجد میں بضرورت بھی تھوکنا خطاء ہے۔ تھوکنا پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے (عینی ج ۲ ص ۳۲۶)

داہنی طرف تھوکنا منع ہے

داہنی طرف تھوکنا بھی اچھا نہیں۔ کیونکہ داہنی طرف نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔ امام نودی نے فرمایا داہنی طرف تھوکنے کی ممانعت مطلق ہے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں۔ مصنف عبدالرزاق کی روائیت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نماز کے علاوہ بھی داہنی طرف تھوکنے کو ناجائز قرار دیدیتے تھے۔ معاذ ابن جبل فرماتے ہیں۔ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی داہنی طرف نہیں تھوکا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو داہنی طرف تھوکنے سے مطلق منع فرماتے تھے۔

۲۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ بائیں طرف تھوکنا چاہیئے۔ لیکن اگر بائیں طرف کوئی اور نمازی ہو تو پھر نہ داہنی طرف تھوکے نہ بائیں طرف۔ بلکہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے یا کپڑے میں لے لے (عینی ج ۲ ص ۳۲۹-۳۳۰)

۱۔ نسائی کی حدیث میں ہے کہ مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیکھ کر حضور کا چہرۂ اقدس سرخ ہو گیا۔ ایک انصاری عورت نے اس کو کھرچ دیا اور وہاں خوشبو لگادی۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

۲۔ صحیح مسلم میں بروائیت ابوذر مرفوعاً آیا ہے کہ میں نے اپنی امت کی بداعمالیوں میں یہ بھی پایا ہے کہ مسجد

میں تھوک ہو اور اسے نہ مٹایا جائے۔

۳۔ مسند احمد میں بروایت سعد بن ابی وقاص مرفوعاً آیا ہے کہ جس شخص کو مسجد میں کھنکار آجائے تو چاہیئے کہ اسے دفن کردے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کے بدن یا کپڑے پر لگنے کے باعث اسے ایذا ہو۔

۴۔ مسند احمد و طبرانی میں بروایت ابوامامہ مرفوعاً آیا ہے کہ مسجد میں تھوک کر دفن نہ کرنا گناہ ہے۔ اور دفن کردینا یعنی پونچھ دینا نیکی ہے۔

۵۔ سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ ابوعبیدہ بن الجراح ایک رات مسجد میں تھوک کر اسے صاف کرنا بھول گئے۔ گھر جاکر یاد آیا تو آگ کا ایک شعلہ لے کر آئے۔ اس کی روشنی میں تھوک تلاش کرکے مٹی میں دبا دیا۔ اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے جس نے آج کی رات مجھے گناہ سے بچا لیا۔

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے

اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا عہد نبوی میں جاری تھا۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ فقراء صحابہ نے بحضور نبوی عرض کی کہ اہل ثروت نے بلند درجے اور ہمیشگی کی نعمتیں مال کے سبب حاصل کرلیں جیسے ہم روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ ان کے پاس مال بھی ہے جس سے وہ حج وعمرہ کرتے۔ جہاد میں شریک ہوتے اور صدقہ دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس پر عمل کرکے تم سبقت کرنے والوں کو پالو اور تم کو کوئی نہ پاسکے اور تم اپنے ہمعصروں میں بہتر ہو جاؤ۔ مگر وہ جو وہی بات بجالائے۔

تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ خَلْفَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِیْنَ

سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر ہر نماز کے بعد ۳۳۔۳۳ مرتبہ کہہ لیا کرو۔

مغیرہ بن شعبہ نے ایک خط میں امیر معاویہ کے نام یہ لکھوایا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ لا شریک

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (بخاری)

ملک اور حمد اسی کے لئے اور وہ ہر ممکن پر قادر ہے۔ الہٰی جس کو تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روکنا چاہے اسے کوئی نہیں دے سکتا۔ اور بندہ کی دولت وغیرہ تجھ سے بچا نہیں سکتی۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے اور اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور احادیث میں متعدد اذکار اور دعائیں کا پڑھنا مذکور ہوا ہے۔ ان میں سے جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا صحابہ کا ہمیشہ کا دستور نہ تھا۔ امام شافعی نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنے پر مداومت فرماتے تھے (فتح الباری) لیکن مداومت اگر ثابت نہ بھی ہو تو فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا جواز تو بہر صورت ثابت رہے گا۔

صحابہ میں امیر بھی تھے اور غریب بھی۔ ظاہر ہے کہ دولتمند فرائض کے علاوہ دوسرے امورِ خیر میں بھی حصہ لیتے تھے۔ مثلاً جہاد میں شرکت، فقراء و مساکین کی امداد و اعانت وغیرہ اور غربا بوجہ ناداری کے ان امور کو ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس پر غربا کو رشک ہوا کہ اہلِ ثروت نے دیگر امورِ خیر میں حصہ لے کر ہم سے زیادہ ثواب حاصل کر لیا۔ حضور علیہ السلام نے غربا کو فرمایا کہ تم سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳۔۳۳۔ بار ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ اغنیاء دوسرے امورِ خیر میں حصہ لے کر جو ثواب حاصل کرتے ہیں تم کو بھی وہ مل جائے گا۔ مگر یہ کہ وہ بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیں۔ چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کی۔ حضور اصحابِ ثروت نے بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

۳۳ کا عدد | علامہ قسطلانی نے ۳۳ کے عدد پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اذکارِ ثلاثہ کے عدد میں مختلف روایتیں ہیں۔ حدیث بخاری عن ابی ہریرہ میں ۳۳۔۳۳۔ بار۔ حدیث نسائی عن زید بن ثابت میں ۲۵۔۲۵ بار اور اس میں ۲۵ بار کلمہ کا پڑھنا بھی مروی ہے۔ اور حدیث مرہو عن ابن عمر میں ۱۱۔۱۱ بار۔ اور حدیث ترمذی عن انس میں ۱۰۔۱۰ اور حدیث انس کے بعض طرق میں صرف ایک ایک بار اور حدیث نسائی عن ابو ہریرہ میں سو سو بار پڑھنا منقول ہے پس یہ اختلاف یا تو اوقاتِ مختلفہ پر مبنی ہے یا احوالِ مختلفہ پر یا تخییر کے طریق پر وارد ہے کہ پڑھنے والے کو جیسے آسانی ہو اسی تعداد میں پڑھ لے

حدیث ۲۵ میں جو وظیفہ ہے اس میں وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ کے الفاظ بھی ہیں۔

(۱) جِدّ بالکسر کے معنے کوشش کے ہیں۔ معنًا یہ ہوں گے کہ مجرد اعمال صالحہ میں کوشش کرنا تیرے ہاں نافع نہیں ہے۔ تاوقتیکہ اس کے ساتھ قبولیت نہ ہو۔ یعنے اللہ تعالے اس عمل کو قبول نہ فرمائے اور یہ قبولیت محض اللہ کے فضل و رحمت سے ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لا یدخل احد منکم الجنۃ عملہ الخ

علامہ نووی نے فرمایا صحیح اور مشہور جس پر جمہور ہیں یہ ہے کہ جد بالفتح ہے اور اس کے معنے دنیاوی حظ کے ہیں خواہ وہ مال کے ساتھ ہو۔ یا اولاد اور عظمت و غلبہ کے ساتھ ہو اور معنی یہ ہیں بندہ کا حظ۔ مال و دولت اور عزت و حکومت دنیاوی تجھ سے اس کو بچا نہیں سکتی۔ اس کو تیرا فضل و رحمت ہی نجات دے سکتا ہے (فتح الباری)

نمازِ مریض کا بیان

واضح ہو کہ فرض نماز۔ سنت مؤکدہ اور واجب نماز (وتر) بلا عذر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے کیونکہ قیام فرض ہے۔ ہاں اگر عذر ہو تو بیٹھ کر لیٹ کر حتی کہ اشارے سے بھی پڑھ سکتا ہے یاد رہے کہ فرض نماز کسی حالت میں بھی سوائے چند نادر صورتوں کے معاف نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو پڑھے بعض مسلمان ذرا بخار آیا یا کوئی پھوڑا پھنسی نکل آئی حتی کہ نزلہ و زکام ہو گیا۔ نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ نماز کے متعلق تو حکم یہ ہے کہ جہاں تک اشارے سے بھی پڑھ سکتا ہو ضرور پڑھے۔ ورنہ انہیں وعیدوں کا مستحق ہوگا جو تارک الصلوٰۃ کے لئے احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

حضرت عطا نے فرمایا جبکہ کسی میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو جدھر بھی اس کا منہ ہو۔ ادھر ہی نماز پڑھ لے۔ حضرت عمران بن حصین نے کہا کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔

فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ تو آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر کھڑے

فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰی جَنْبٍ (بخاری)

ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ۔

بیمار بیٹھکر لیٹ کر اشارہ سے جیسے ممکن ہو نماز پڑھے

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو شخص بوجہ بیماری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں اور قادر نہ ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔ مثلاً کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا یا سخت چکر آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے میں سخت شدید درد ناقابل برداشت پیدا ہو جاتا ہے یا بوجہ کمزوری کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

—— اگر مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے نماز ادا کرے۔ خواہ داہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کرکے پڑھے۔ خواہ چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے۔ مگر پاؤں نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کرے تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ اور یہ صورت یعنی چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے۔

—— مریض اگر قبلہ کی طرف منہ نہ اپنے آپ کر سکتا ہے نہ دوسرے کی مدد سے قبلہ کی طرف منہ کر سکتا ہے تو جس طرف بھی منہ ہو سکے اشارہ سے نماز پڑھ لے اور صحت کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں۔

فائدہ - بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مریض کو جس طرح آسانی ہو اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھے۔ البتہ دوزانو بیٹھنا آسان ہو تو دوزانو ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

—— اگر مریض بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ دوران نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو اب بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے کیونکہ عذر جاتا رہا ہے اور قیام فرض ہے۔

—— البتہ صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ اگر مریض جو قیام پر قادر نہیں ہے۔ وہ بیٹھ کر نفل پڑھ رہا ہے۔ اور اب دوران نماز میں قیام پر قادر ہو گیا۔ تو اس کو اختیار ہے کہ باقی نماز خواہ بیٹھ کر ہی پورا کرے یا کھڑے ہو کر کیونکہ نفل نماز بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ جناب عائشہ سے مروی ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی لیلا طویلا قائما ولیلۃ طویلۃ قاعدا (مسلم)

—— اور اگر مریض جو قیام پر قادر نہیں ہے۔ فرض نماز بیٹھ کر پڑھ رہا ہے اور اب دوران نماز قیام پر

قادر ہو گیا۔ تو باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ کیونکہ قیام فرض ہے۔

کھڑے ہو کر بیٹھ کر لیٹ کر نماز نفل پڑھنے کے مسائل

نفل نماز کو بلا عذر اور بعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

۲۔ کھڑے ہو کر پڑھنے کی قدرت ہو۔ جب بھی نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

۳۔ نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی تھی۔ پھر بیٹھ گیا یا بیٹھ کر شروع کی تھی پھر کھڑا ہو گیا۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ خواہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھی یا ایک بیٹھ کر۔ یا ایک ہی رکعت کے ایک حصہ کو کھڑے ہو کر پڑھا۔ اور کچھ حصہ بیٹھ کر۔

۴۔ بلا عذر لیٹ کر نماز نفل پڑھنا جائز نہیں۔ اگر عذر کی وجہ سے لیٹ کر نفل نماز پڑھی تو جائز ہے۔

بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں ہے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مرض کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا خطرہ ہے۔ تو وہ بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

امام اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو اس کی اقتدا میں صحیح و تندرست مقتدی کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں۔ کیونکہ عذر امام کو ہے۔ مقتدیوں کو نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔ یہ منسوخ ہے۔ کیونکہ یہ مرض قدیم کا واقعہ ہے اور مرض وفات میں حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ تو صحابہ نے کھڑے ہو کر پڑھی اور آپ نے ان کو بیٹھ کر پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ لہذا حضور کے آخری عمل سے بیٹھنے کا حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے اور وہ بواسیر کے مریض تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے آدمی کے بارے میں دریافت کیا۔

فَقَالَ مَنْ صَلّٰی قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰی قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰی نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ (بخاری)

پس آپ نے فرمایا کہ جو شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے وہ افضل ہے اور جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو کھڑا ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا اور جو شخص لیٹ کر پڑھے تو اسکو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔

نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے

واضح ہو کہ نفل نماز اگرچہ بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ آج کل عام رواج پڑ گیا ہے کہ نوافل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں۔ ایسا ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ وتر کے بعد جو نفل ہیں ان کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور رہ وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے تو یہ حضور کے خصوصیات سے ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے حضور کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ سر اقدس پہ ہاتھ رکھا کہ بیمار تو نہیں۔ ارشاد فرمایا کیا ہے عبداللہ؟ عرض کی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے (کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے) اور حضور بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں حضور نے فرمایا ہاں مگر میں تم جیسا نہیں ہوں (مسلم) امام ابراہیم حلبی وصاحب درمختار وصاحب ردالمختار نے فرمایا۔ یہ حکم حضور کے خصائص سے ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ نوافل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہیں۔ گو کہ بلا عذر بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر نفل نماز پڑھے۔ تو ثواب میں کمی نہ ہوگی انشاء اللہ العزیز۔

مسافر کی نماز کا بیان

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ ہر سفر کے لئے خواہ وہ عبادت کے لئے ہو یا تجارت وغیرہ کیلئے یا گناہ کیلئے۔ مسافر پر واجب ہے کہ وہ نمازیں قصر کرے۔ یعنی چار رکعت فرض کو دو پڑھے۔ اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے۔ اور اگر قصداً چار پڑھیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی کرلیا تو فرض ادا ہو گئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوئیں۔ مگر گنہگار ہوا کہ واجب کو ترک کیا۔ لہذا توبہ کرے اور اگر دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے۔ وہ نماز نفل ہو گئی۔ دوبارہ پڑھے۔

اگر ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر نہ کرے پوری نماز پڑھے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔	جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس کا گناہ نہیں کہ نمازیں قصر کرو۔ اگر خوف ہو کہ کافر تمکو فتنہ میں ڈال دیں گے۔

حضرت یعلی ابن امیہ نے بحضور فاروق اعظم عرض کی کہ قرآن میں تو بحالت خوف قصر کا بیان ہے اور اب تو لوگ امن میں ہیں (یعنی امن کی حالت میں قصر نہ ہونا چاہیئے) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک صدقہ ہے۔ اللہ عزوجل نے تم پر تصدق فرمایا۔ اس کا صدقہ قبول کرو۔ مسلم شریف۔ اس سے واضح ہوا کہ نمازیں قصر خوف اور امن دونوں حالتوں میں مشروع ہے۔ ہے اور بحالت سفر قصر واجب ہے۔

مسافر کی تعریف

اول احناف کے نزدیک شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا چلنے سے معتدل چال مراد ہے۔ کہ نہ تیز ہو نہ سست خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو۔ اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی جبکہ ہوا نہ بالکل

رُکی ہو نہ تیز ہو میل کے حساب سے اس کی مقدار ۵۷ ، ۵ میل ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسافر المرأۃ ثلٰثۃ ایام الا مع ذی رحم (بخاری) عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر ذی رحم کے نہ کرے۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔

قال جعل رسول اللہ علیہ وسلم ثلٰثۃ ایام ولیالیھن للمسافر و یوما ولیلۃ للمقیم (مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کیلئے تین دن تین رات مقرر فرمائیں اور مقیم کے لئے ایک دن رات۔

اس مضمون کی حدیث کو ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، طحاوی، طبرانی و ترمذی نے حضرت خزیمہ ابن ثابت انصاری سے دار قطنی نے حضرت ابوبکر سے ترمذی و نسائی نے حضرت صفوان بن عسال سے بھی روایت کی ہے۔ حدیث اول سے معلوم ہوا کہ عورت کو تنہا سفر کرنا جائز نہیں ہے اور اس سفر کی مدت حضور نے تین دن مقرر فرمائی معلوم ہوا کہ سفر کی مسافت تین دن ہے۔

حدیث دوم سے معلوم ہوا کہ مسافر کو تین دن تک موزے پر مسح کی اجازت ہے اور یہ حکم مسافر کے لئے عام ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مدت سفر تین دن کی راہ ہے۔

امام محمد علیہ الرحمۃ نے آثار میں حضرت علی ابن ربیعہ والبی سے روایت کی کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا کتنی مسافت پر نماز کا قصر ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے مقام سویدا دیکھا ہے؟ میں نے کہا۔ دیکھا تو نہیں سنا ہے۔

قال ھی ثلٰث لیال قواصد فاذا خرجنا الیھا قصرنا الصلوٰۃ

آپ نے فرمایا وہ یہاں سے تین رات کے درمیانی رفتار کے فاصلہ پر ہے جب ہم وہاں تک جانے کا ارادہ کریں تو قصر کر سکتے ہیں

۳۔ دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اھل مکۃ لا تقصروا الصلوٰۃ فی ادنیٰ من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ والو چار برید سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ فاصلہ مکہ سے عسفان کا ہے۔

۴۔ امام محمد نے موطا میں حضرت نافع سے روایت کی۔

انہ کان یسافر مع ابن عمر البرید فلا یقصر الصلوۃ — کہ وہ حضرت ابن عمر کے ساتھ ایک برید سفر کرتے تو قصر نہ فرماتے تھے۔

۴ برید تقریباً ۵۰ میل کا ہوتا ہے یعنی ۲۴ کوس تین منزلیں ان احادیث سے واضح ہوا، مدت سفر ۵۰ میل ہے۔

دوم۔ محض نیت سفر سے مسافر نہ ہوگا۔ بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے۔ شہر میں ہے تو شہر سے گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ شہر سے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے، اس سے بھی باہر ہو جائے، اسٹیشن جہاں آبادی سے باہر ہو، تو اسٹیشن پہ پہنچنے پر مسافر ہو جائے گا۔ جبکہ مسافت سفر تک جانے کا ارادہ ہو۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

ان عبد اللہ بن عمر کان اذا خرج حاجا او معتمرا قصر الصلوۃ بذی الحلیفۃ (موطا امام مالک) — حضرت عبد اللہ بن عمر جب حج یا عمرہ کیلئے (مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے) تو ذا الحلیفہ پہنچ کر قصر پڑھتے۔

ذا الحلیفہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مسافت سفر تک جانے کا ارادہ ہو تو شہر کی آبادی سے نکل کر قصر نماز پڑھنا شروع کر دے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقصر الصلوۃ بالعقیق (طبرانی فی الصغیر) — حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کیلئے جاتے تو عقیق پر پہنچکر قصر پڑھ لیتے۔

عن علی بن ربیعۃ قال خرجنا مع علی فقصرنا الصلوۃ ونحن نری البیوت ثم رجعنا فقصرنا الصلوۃ ونحن نری البیوت (حاکم) — علی ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ہمراہ سفر کیلئے نکلے تو ہم نماز میں قصر کرتے تھے حالانکہ ہمارے مکانات ہمکو نظر آتے تھے پھر جب ہم واپس ہوئے تو بھی ہم نماز میں قصر کرتے تھے اور اپنے مکانات ہمکو نظر آتے تھے۔

عن ابی حرب ان علیا خرج من بصرۃ فصلی الظھر اربعا ثم قال انا لو جاوزنا ھذا الخص صلینا رکعتین (ابن ابی شیبہ) — حضرت ابی حرب سے مروی ہے کہ حضرت علی بصرہ سے چلے تو آپنے ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور فرمایا اگر ہم اس سے آگے نکل جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔

— کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا — حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جب

خرج من هٰذہٖ المدینۃ لم یزل یصلی رکعتین حتی یرجع الیھا (ابوداؤد) اس مدینہ سے سفر کرنے کے لئے چلے تو ہمیشہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں حتیٰ کہ واپس مدینہ آ گئے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ محض نیت سفر سے مسافر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس وقت ہوگا جبکہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے۔ خواہ اس بستی اور شہر کے مکانات نظر بھی آئیں۔ اسی طرح جب واپسی ہو تو اس وقت تک نماز میں قصر کیا جائے گا جب تک کہ اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو جائے۔

مسائل ضروریہ

(۱) آبادی سے باہر ہونے سے یہ مراد ہے کہ جدھر جا رہا ہے۔ اس طرف آبادی ختم ہو جائے۔ گرچہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ ہوئی ہو (غنیہ) (۲) سفر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن کی راہ یعنی ۵۷ ۳/۸ میل جانے کا ارادہ ہو۔ تو اگر دو دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا۔ وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ کیا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے۔ اسی طرح ساری دنیا گھوم گیا۔ مسافر نہ ہوگا (غنیہ و درمختار) (۳) یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو۔ اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کام کرنا ہے۔ وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا۔ تو تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا۔ لہٰذا مسافر نہ ہوا (فتاویٰ رضویہ) (۴) تین دن کی راہ کو تیز سواری مثلاً کار یا ہوائی جہاز وغیرہ سے دو دن کی مدت یا اس سے کم میں طے کیا تو مسافر ہی ہے

نیّت اقامت کے شرائط

مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں پہنچ نہ جائے یا کسی آبادی میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے (۲) نیت اقامت صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔

اوّل چلنا ترک کرے تو اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔ دوم وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ تو اگر جنگل یا غیر آباد ویران مقام میں نیت کی مقیم نہ ہوگا۔ سوم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو۔ اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔ چہارم یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو۔ تو اگر دو موضعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی۔ مثلاً لاہور میں دس دن اور سیالکوٹ میں پانچ دن تو مقیم نہ ہوگا۔ پنجم اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع

نہ ہو۔ ششم۔ اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

ان انس بن مالک اقام بالشام شہرین مع عبد الملک بن مروان یصلی رکعتین رکعتین (بیہقی) — حضرت انس بن مالک شام میں عبدالملک کے ساتھ دو ماہ ٹھہرے دو دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقام بتبوک عشرین یوما یقصر الصلاۃ (ابوداؤد و بیہقی) — حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام تبوک میں بیس روز ٹھہرے نماز میں قصر کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر اربعین لیلۃ یقصر الصلوٰۃ (عبدالرزاق) — حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام خیبر میں چالیس رات ٹھہرے نماز قصر کرتے تھے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ جبتک اقامت کی نیت نہ کرے۔ اس وقت تک مسافر ہی ہے خواہ کسی جگہ بیس برس ہی کیوں نہ ٹھہرا رہے ——— چنانچہ حضرت ابن عمر حضرت سعید ابن المسیب۔ وسعید بن جبیر وابن عباس رضی اللہ تعالےٰ علیہم سے روایت ہے۔

اذا اقام المسافر خمس عشرۃ لیلۃ اتم الصلوٰۃ وما کان دون فلیقصر — جب مسافر پندرہ راتیں ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم ٹھہرے تو قصر کرے

(۲) اذا اجمع علی خمس عشرۃ صلی اربعا — (۲) جب ۱۵ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے تو اب چار رکعت پڑھے۔

(۳) (ابن جریر موطا امام محمد ابن ابی شیبہ طحاوی)

بحالت سفر صرف فرض میں قصر کرے

مسافر پر واجب ہے کہ چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے لیکن نماز مغرب کی تین رکعت پڑھے۔ اسی طرح وتر اور سنت مؤکدہ میں نہ قصر ہے اور نہ یہ سفر میں معاف ہیں اسی طرح نوافل پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ منع نہیں ہیں۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

عن ابن عمر انہ سئل عن الصلاۃ فی السفر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین رکعتین الا المغرب (ابوداؤد) — حضرت ابن عمر نے حضور علیہ السلام سے سفر کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا دو رکعتیں دو رکعتیں مگر مغرب کی۔

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر سفر کی حالت میں

کان یصلی علی راحلتہ ویوتر بالارض — اپنی سواری پر نفل پڑھتے جب وتر کا ارادہ کرتے تو

وغیرہ عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل کذالک

زمین پر اتر کر ادا کرتے اور یہ گمان کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

— عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تسعۃ عشر یقصر فنحن اذا سافرنا تسعۃ عشر قصرنا وان زدنا اتممنا (بخاری)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام مکہ میں ۱۹ دن ٹھہرے قصر کرتے رہے تو ہم سفر میں ۱۹ دن ٹھہریں تو قصر کرتے ہیں۔ اگر اس سے زیادہ ٹھہریں تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

فوائد (۱) بخاری کی اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام مکہ میں ۱۹ دن ٹھہرے دوسری روایت میں ۱۷ دن ٹھہرنے کا ذکر ہے اور روایت ابوداؤد عن عمران بن حصین میں ۱۸ دن اور روایت نسائی عن عراک بن مالک میں ۱۵ دن کا ذکر ہے تو یہ حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جس راوی نے ۱۹ دن ذکر کئے۔ اس نے مکہ میں داخل ہونے اور مکہ سے واپس ہونے کے دنوں کو شمار کر لیا اور جس نے ۱۷ دن روایت کئے اس نے مکہ سے خروج و دخول کے دو دن ساقط کر دیئے۔ اور جس نے ۱۸ دن روایت کئے اس نے دخول و خروج میں سے ایک کو شمار کیا اور ایک کو ساقط کر دیا۔ اور جس نے ۱۵ دن روایت کئے اس نے اصل قیام صرف ۱۷ دن خیال کیا اور دخول و خروج کے دو دن ساقط کر دیئے تو ۱۵ دن بیان کر دیئے۔ ھکذا جمع البیھقی بین ھذا الاختلاف۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۸۵)

(۲) واضح ہو کہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ جبتک مسافر کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن مستقل طور پر قیام کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر ہی رہے گا۔ اور نمازیں قصر کرے گا۔ تو اگر کوئی شخص کسی شہر میں پندرہ دن سے زائد ٹھہرا مگر اس کا ارادہ مستقل نہ تھا اسی تردد میں رہا کہ آج واپسی ہوگی کل واپسی ہوگی حتی کہ سال دو سال بیس سال تک کسی ایک شہر میں اسی طرح گذر گئے۔ تو ایسی صورت میں چونکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں پائی گئی اسلئے نمازیں قصر کرتا جائیگا چنانچہ بخاری کی زیر بحث حدیث سے بھی یہی مسئلہ واضح ہوتا ہے حضور علیہ السلام مکہ میں اس روایت کے بموجب ۱۹ دن ٹھہرے۔ مگر چونکہ آپ نے پندرہ دن مستقل طور پر ٹھہرنے کی نیت نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے آپ نے نمازیں قصر کیا یعنی ظہر و عصر و عشاء کی چار رکعتی نماز کو دو دو رکعت پڑھا چنانچہ اس معنی کی تائید و توثیق حدیث جابر بن عبداللہ سے بھی ہوتی ہے بلکہ اس میں

خود حضور علیہ السلام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ میں مسافر ہوں اسلئے قصر پڑھ رہا ہوں ملاحظہ کیجئے

عن جابر قال اقمت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح بمکۃ فاقام ثمان عشرۃ لا یصلی الا رکعتین ثم یقول لاھل البلد صلوا اربعا فانا قوم سفر (ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں حضور کے ہمراہ میں اٹھارہ دن ٹھہرا حضور دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس کے بعد وہاں کے باشندوں سے فرماتے تم چار رکعت ہی پڑھو۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

دیکھئے اس حدیث میں خود حضور علیہ السلام نے یہ تصریح فرما دی کہ باوجود اسکے کہ میرا قیام مکہ میں ۱۸ دن ہوگیا ہے مگر اس کے باوجود میں مسافر ہوں۔ قصر پڑھتا ہوں اور جو لوگ مکہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو حضور نے چار رکعت پڑھنے کی تاکید فرمائی ——— جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں ۱۸ دن کیا بلکہ سال بیس سال تک بھی ٹھہرا ہے اور پندرہ دن ٹھہرنے کی مستقل طور پر نیت نہ کرے متردد ہی رہے کہ آج جانا ہے۔ کل جانا ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہی رہے گا۔ اور نمازیں قصر کریگا ——— اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ ان پر غور کیجئے مذکورہ بالا مسئلہ ان حدیثوں سے واضح وثابت ہے۔

(۱) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقام بتبوک عشرین یوم یقصر الصلوٰۃ (ابوداؤد)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام غزوۂ تبوک میں بیس دن ٹھہرے آپ نمازیں قصر کرتے تھے

علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد اور بخاری ومسلم کی شرط پر ہے۔

(۲) عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر اربعین لیلۃ یقصر الصلوٰۃ (عبدالرزاق)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام غزوۂ خیبر میں چالیس رات ٹھہرے۔ نمازیں قصر کرتے تھے۔

(۳) حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر آذربائجان میں چھ مہینے ٹھہرے نمازیں قصر کرتے تھے اور فرماتے تھے

اذا ازمعت اقامۃ فاتم (عبدالرزاق)

جب تم قیام کی نیت کرلو تو پھر پوری نماز پڑھو

(۴) مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت سعد بن وقاص کے ساتھ شام کے ایک گاؤں میں

چالیس رات رہے۔

وکان یصلی رکعتین (بیہقی) — تو وہ دو رکعت پڑھتے تھے۔

۵۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مکہ میں پندرہ دن رہے۔

یقصر الصلوٰۃ (عبد الرزاق) — تو نماز میں قصر کرتے تھے۔

۶۔ حضرت ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے اس مسافر کے متعلق پوچھا

عن المسافر اذا کان لایدری متٰی یخرج یقول اخرج الیوم بل اخرج غداً بل الساعۃ فکان کذٰلک حتٰی یاتی علیہ لیال کثیرۃ یقصر ام ما یصنع قال یقصر وان تمادی بہ ذٰلک شھراً (موطا امام محمد)

جسے یہ معلوم نہیں کہ وہ کب واپس ہوگا بس یہ کہتا ہے آج واپسی ہوگی کل واپسی ہوگی بلکہ ابھی واپسی ہوگی۔ وہ اسی تردد میں رہا حتیٰ کہ بہت راتیں اس پر گذر گئیں کہ وہ قصر کرے آپ نے فرمایا قصر پڑھے اگرچہ اس پر ایک مہینہ ہی کیوں نہ گذر جائے۔

یکھئے ان حدیثوں میں پندرہ دن، چالیس دن، بیس دن، چھ مہینے ٹھہرنے کے ذکر کے ساتھ قصر کا بھی ذکر ہے جس سے واضح ہوا کہ جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی جائے۔ اس وقت تک قصر ہی پڑھی جائے گی خواہ کتنے دن ہی ٹھہرنا ہو جائے جیسا کہ حدیث ۶ میں تو مسئلہ کو بالکل ہی واضح کر دیا گیا ہے۔ فافہم

سفر میں قصر ضروری ہے؟

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اِلٰی قَوْلِہٖ عَذَابًا مُّھِیْنًا

اور عز وجل نے فرمایا جب تم زمین میں چلو یعنی مسافر ہو تو تم کو نماز کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ آخر آئیت عذاباً مہینا تک۔

ان تقصر وا سے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ رائے قائم کی کہ بحالت سفر نماز کے قصر یا اتمام کا اختیار دیا گیا ہے یعنی خواہ چار رکعتی نماز میں قصر کرے یا پوری پڑھے اور پوری پڑھنا افضل ہے

حضور علیہ السّلام نے فرمایا ر

صَدَقَۃٌ تصدق اللہ تعالیٰ عَلَیْکُمْ فاقبلوا صدقتہ (مسلم)	(چار رکعتی نماز میں قصر) اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے تو اس کو قبول کرو۔

تو قصر کو صدقہ فرمایا اور متصدق علیہ صدقہ کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں مختار ہوتا ہے اور سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک سفر میں قصر عزیمت ہے۔ رخصت نہیں یعنی بحالت سفر چار رکعتی نماز میں قصر کرنا ضروری ہے۔ پوری پڑھنا جائز نہیں۔

۱۔ فرضت الصلاۃ رکعتین رکعتین فاقرت صلاۃ السفر وزیدت صلوٰت الحضر (بخاری و مسلم)	حضرت عائشہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا اول نماز کی دو دو رکعتیں فرض ہوتی تھیں تو سفر کی نماز تو دو رکعت ہی مقرر رہیں اور حضر کی نماز میں اضافہ ہوا
۲۔ فرض اللہ الصلاۃ علی لسان نبیکم فی الحضر اربع رکعات وفی السفر رکعتان وفی الخوف رکعۃ (مسلم)	حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تمہارے نبی کی زبان مبارک پر اللہ تعالیٰ نے حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت اور بحالت خوف ایک رکعت نماز فرض کی۔
۳۔ صلوٰۃ السفر رکعتان وصلاۃ الضحیٰ رکعتان وصلاۃ الفطر رکعتان وصلاۃ الجمعۃ رکعتان تمام غیر قصر علیٰ لسان	حضرت عمر نے فرمایا کہ زبان محمد رسول اللہ پر اللہ تعالیٰ نے سفر کی دو رکعت، عید بقر عید اور جمعہ کی دو رکعت فرض کیں۔

نبیکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان) پوری بغیر قصر کے۔

یہ حدیثیں نص صریح ہیں کہ بحالت سفر چار رکعتی نماز دو رکعت ہی منجانب اللہ فرض کی گئی ہیں۔ لہٰذا اس فرض پر زیادتی جائز نہیں ہونی چاہیئے۔ اور حدیث مسلم کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قصر کو حضور نے صدقہ فرمایا اور صدقہ کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے مگر اس صدقہ کے متعلق تو خود شارع نے یہ تخصیص فرما دی کہ اس کو قبول نہ کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے چنانچہ فرمایا۔ فاقبلوا صدقتہ کہ اس صدقہ کو قبول کرو۔ اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہاں عدم وجوب پر عمل کرنے کے لئے کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ وجوب پر مذکورہ بالا تینوں حدیثیں دال ہیں۔

نمازِ اشراق حضور سیّد عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز با جماعت پڑھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہا یہاں تک کہ آفتاب نکل کر بلند ہو گیا پھر اس نے دو رکعت نفل پڑھے تو اسے پورے حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔ نمازِ اشراق دو رکعت نفل ہیں جو فجر کی نماز کے بعد مسجد میں سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے (یعنی سورج کے پورے نکل آنے پر) پڑھے جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خَالِدُوْن تک پڑھے اور دوسری رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر تک پڑھے۔ اگر یہ آیات یاد نہ ہوں تو جو یاد ہوں وہ ہی پڑھ لے اور اس کے بعد دعا کرے مستورات تمام نوافل و فرض اپنے گھر ہی میں ادا کریں مسجد کا ثواب انہیں گھر میں مل جائے گا۔ (ترمذی شریف)

نمازِ چاشت حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا اور جو چاشت کی ہمیشہ دو رکعتیں پڑھے اسکے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (ترمذی و ابن ماجہ) نمازِ چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے (یعنی نصف النہار شرعی تک ہے)

اوّابین یہ نفل مغرب کے فرض اور سنت کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ نمازِ اوابین کی زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ رکعت نفل ہیں، یہ نوافل باعث برکت و رحمت ہیں۔

نمازِ تہجد نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک محل ہے اور یہ اس کیلئے ہے جو (تہجد) پڑھے (حاکم) نیز فرمایا رات میں عبادت کرنے والے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونگے (خلاصہ حدیث) عشاء کی نماز کے بعد سو کر اٹھیں اور نفل پڑھیں یہ تہجد کے نفل کہلاتے ہیں۔ ان کیلئے عشاء کے بعد سونا شرط ہے۔ تہجد کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ یا بارہ رکعتیں ہیں جتنی توفیق ہو اتنی پڑھیئے۔

درود شریف - صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - یہ درود شریف ایک سو بار جمعہ کی نماز کے بعد پڑھا جائے یہ درود شریف حصولِ فضلِ عظیم و منافع کثیر کے لئے مجرب ہے۔

جمعہ اور اس کے مسائل وفضائل

جمعہ میم کے پیش کے ساتھ مشہور ہے اور اعمش نے میم کے سکون کے ساتھ اور واحدی عن فرأ سے میم کا فتحہ اور زجاج سے میم کا کسرہ منقول ہے۔ ایام جاہلیت میں جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔ بلکہ ساتوں دنوں کے نام ان کے ہاں اور تھے۔ وہ (۱) سبت (ہفتہ) کو شبار (۲) یوم الاحد (اتوار) کو اول (۳) یوم الاثنین (پیر) کو اھون (۴) یوم الثلاث (منگل) کو جبار (۵) یوم الاربع (بدھ) کو دبار (۶) خمیس (جمعرات) کو مونس اور (۷) جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کی جاتی نماز پنجگانہ کو بھی باجماعت پڑھنا ضروری ہے مگر فرض نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز باجماعت ادا نہ کر سکے تو تنہا بھی پڑھ سکتا ہے۔ مگر جمعہ کی نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کیلئے جماعت شرط ہے اور جو بغیر جماعت کے ادا ہی نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں جن میں جمعہ کی اہمیت و فرضیت اور بلا عذر شرعی ترک جمعہ پر سخت و شدید وعیدیں ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) ان اللہ کتب علیکم الجمعۃ فی مقامی ھذا فی ساعتی ھذہ فی شھری ھذا الی یوم القیٰمۃ (طبرانی فی الاوسط)

اس جگہ اس دن اس سال قیامت تک کیلئے اللہ تعالٰی نے تم پر جمعہ فرض کر دیا۔

۲۔ جس شخص نے جمعہ کی اذان سنی اور نماز کے لئے نہ آیا۔ پھر دوسرے جمعہ سنی اور نہ آیا۔ اسی طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا۔ تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔

طبع علی قلبہ فجعل قلب منافق (طبرانی)

اور اس کا دل ایک منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔

۳۔ لوگ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آئیں۔

او لیختمن اللہ علی قلوبھم ثم لیکونن من الغافلین (مسلم)

ورنہ اللہ تعالٰی ان کے دلوں پر مہر فرما دیگا پھر وہ غفلت میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔

۴، میں نے چاہا کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر دوں۔

ثم احرق علی رجال یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الجمعۃ بیوتھم (مسلم واحمد)

اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز کے لئے نہیں آتے۔

۵- جو کوئی اللہ روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس پر جمعہ کے دن نماز فرض ہے۔

فمن استغنی بلھوا او تجارۃ استغنی اللہ عنہ واللہ غنی حمید (دار قطنی)

پھر جو کسی کھیل تماشے یا تجارت کی وجہ سے بے پروائی برتے اللہ اس سے بے نیازی برتے گا اور اللہ پاک بے نیاز ہے

فضائلِ جمعہ

جمعہ کی فضیلت و اہمیت کے سلسلہ میں چند حدیثوں کے خلاصے یہ ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (۶) جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے۔ اللہ کے نزدیک عید الضحیٰ و عید الفطر سے بھی اعظم ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ اسی میں ان کو زمین پر اتارا۔ اسی دن ان کو وفات دی۔ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے (وہ) اسے عطا فرماتے گا۔ جبتک حرام کا سوال نہ کرے اور اسی دن قیامت قائم ہو گی (احمد و ابن ماجہ) (۷) جمعہ مسکینوں کا حج ہے (ابن عساکر) (۸) جمعہ کے دن نیکی کرنے کا ثواب دگنا ملتا ہے (طبرانی) (۹) جمعہ کے دن مرنے والا فتنہ قبر سے محفوظ ہے۔ (ترمذی و احمد) (۱۰) جمعہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے (ابن ماجہ) (۱۱) جمعہ افضل الایام ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں انتقال کیا نفخہ و صعقہ بھی اسی میں ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (نسائی و ابن ماجہ) (۱۲) جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (ابن ماجہ) (۱۳) جمعہ کے دن غسل کرنا وضو و مسواک کرنا، ناخن ترشوانا۔ اچھے ستھرے کپڑے پہننا۔ عمامہ باندھنا۔ تیل و خوشبو لگانا۔ مستحب ہے۔ (طبرانی۔ نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ موطا امام محمد)

وجوبِ جمعہ کی شرطیں

قرآن مجید میں جمعہ کی فرضیت و اہمیت تو اس قوت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ جمعہ کے لئے سعی کرنے اور تمام کاروبار چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر جمعہ کی نماز کہاں اور کب پڑھی جائے کس پر جمعہ واجب ہے اور کس پر نہیں۔ یہ سب امور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چھوڑ دیئے گئے۔ پھر

ایک جمعہ ہی کیا، قرآن مجید میں سوائے چند امور کے باقی پورے دینی نظام کے صرف اصول ہی بتائے گئے ہیں لیکن انکی جزیات کی تبیین و تشریح حضور علیہ السلام کے قول و عمل پہ مبنی قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ جمعہ کے متعلق بھی تفصیلی امور ہمیں حضور کے ارشادات اور آپ کے متواتر عمل سے ہی ملتے ہیں فقہائے کرام نے ارشاداتِ نبوی سے جمعہ کے واجب ہونے کی حسب ذیل شرائط اخذکی ہیں یعنی جن افراد میں یہ شرطیں پائی جائیں ان پر جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی معدوم ہو تو جمعہ فرض نہیں ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

(۱) عاقل ہو مجنون نہ ہو (۲) بالغ ہو نابالغ نہ ہو۔ عاقل و بالغ ہونا خاص جمعہ ہی کیلئے نہیں۔ بلکہ ہر عبادت کے لئے شرط ہے (۳) شہر میں مقیم ہو مسافر نہ ہو (۴) صحیح و تندرست ہو بیمار یا معذور نہ ہو۔ مریض سے مراد وہ ہے جو مسجد جمعہ تک نہ جا سکتا ہو یا چلا تو جائیگا۔ مگر مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ شیخ فانی مریض کے حکم میں ہے۔ اسی طرح نابینا پر بھی جمعہ فرض نہیں اور اپاہج پر بھی۔ اگرچہ یہ دونوں خود مسجد تک جاسکیں یا کوئی انہیں پہنچا دے کیونکہ یہ معذور ہیں۔ اسی طرح جس کو بادشاہ یا چور یا کسی ظالم کا خوف ہو۔ یا مینہ آندھی یا سردی ہو یعنی ایسی بارش یا آندھی یا سردی ہو کہ جس سے نقصان پہنچنے کا خوف صحیح ہو تو یہ بھی عذر شرعی ہے اور ایسی صورت میں بھی جمعہ فرض نہیں۔ یہ ہی حکم قیدی کا ہے (۵) آزاد ہو مملوک نہ ہو۔ (۶) مرد ہو۔ بچہ اور عورت پر جمعہ فرض نہیں۔

اور ان شرائط کا ماخذ حدیث ذیل ہے۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

۱۔ الجمعۃ حق واجب علیٰ کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوك او امرأۃ او صبی او مریض (ابو داؤد)	جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے۔ مگر یہ چار عبد مملوک۔ عورت۔ بچہ اور مریض۔

۲۔ اور حضرت جابر سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فعلیہ الجمعۃ الا امرأۃ او مسافر او عبد او مریضا۔ (دارقطنی وبیہقی)	جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ واجب ہے مگر عورت۔ مسافر۔ غلام۔ اور مریض پر۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خمسۃ لاجمعۃ علیہم المرأۃ و المسافر والعبد والصبی واھل البادیۃ۔ پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ نہیں عورت مسافر غلام، بچہ اور دیہاتی جنگل پر۔ (طبرانی فی الاوسط)

۴۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الجمعۃ واجبۃ الا ماملکت ایمانکم اوذی علۃ (طبرانی فی الکبیر وبیہقی فی شعب الایمان) جمعہ واجب ہے مگر ان پر نہیں جو تمہاری ملک میں ہوں (غلام)، یا بیمار ہو۔

فائدہ۔ جن افراد میں وجوب جمعہ کی شرطیں نہ پائی جائیں یعنی ان پر جمعہ فرض نہ ہو۔ جیسے مسافر، غلام، مریض تو اگر یہ جمعہ میں شریک ہوں تو جمعہ ہو جائیگا۔ بلکہ مرد عاقل وبالغ کیلئے جمعہ فرض نہ ہونے کی صورت میں بھی جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ اگر مذکورہ بالا لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں تو درست ہے چنانچہ عہد نبوی میں عورتیں اور غلام جمعہ میں شریک ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ اندھوں اور اپاہجوں کو بھی اگر کوئی مسجد میں پہنچا دیتا یا وہ خود کسی طرح پہنچ جاتے تو جمعہ کی نماز ادا کر لیتے تھے۔ ان میں سے کسی کو حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام نے یہ نہیں فرمایا کہ تم پر جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔ لہٰذا تم ظہر پڑھو۔ ورنہ ترک ظہر کی وجہ سے گنہگار رہوگے۔ اس بنا پر ہمارے فقہاء نے فرمایا کہ وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔ وہ جمعہ پڑھیں تو جائز ہے کیونکہ ان لوگوں سے فرض جمعہ کے سقوط کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نماز میں کوئی ایسی بات ہے جو ان کی شرکت سے مانع ہو۔ بلکہ ان کو تکلیف سے بچانے کے لئے مستثنیٰ کیا گیا اگر یہ اس تکلیف کو برداشت کرلیں تو پھر ادائے نماز میں یہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مساوی ہونگے (مبسوط ج ۲ ص ۲۳) ہاں جن کو رعایت دی گئی ہے۔ یعنی غلام۔ مسافر مریض وغیرہ۔ وہ اگر اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں اور جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہوں تو نہ ان سے آخرت میں کوئی بازپرس ہوگی اور نہ اس دنیا میں ان پر زبان طعن دراز کرنا جائز ہوگا کیونکہ جب خود شارع علیہ السلام نے انہیں رعایت دی ہے۔ تو کسی کو نہ تو اس رعایت کے چھیننے کا اختیار ہے اور نہ رعایت سے فائدہ اٹھانے والوں پر اعتراض کا حق ہے۔

ادائے جمعہ کی شرائط

یہ تو تھیں وجوبِ جمعہ کی شرطیں جو مصلی کی ذات میں پائی جانی ضروری تھیں۔ دوسری قسم کی وہ شرائط ہیں جو ادائے جمعہ اور صحت

جمعہ کے لئے جنہیں رکن قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جہاں یہ شرطیں پائی جائیں۔ وہاں جمعہ پڑھا جائیگا۔ اور جہاں ان میں سے ایک بھی مفقود ہو وہاں جمعہ ادا ہی نہ ہوگا۔ وہاں کے لوگوں کیلئے ظہر پڑھنا فرض ہے۔ جمعہ کی نماز اگر پڑھیں گے تو وہ نفل قرار پائیں گی اور ظہر پڑھنا پھر بھی ان کے لئے فرض ہوگا۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

اوّل وقت ظہر کا ہونا یعنی جو وقت نماز ظہر کے لئے مقرر ہے وہی جمعہ کے لئے ہے اور دلیل اس کی حضور علیہ السّلام کا عمل متواتر ہے کہ حضور علیہ السّلام اور صحابہ کرام نے جمعہ کی نماز ہمیشہ ظہر کے وقت پڑھی۔ لہٰذا جمعہ کا وقت ظہر کا وقت ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام زوال کے بعد جمعہ ادا فرماتے تھے یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس (بخاری۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

دوم خطبہ خطبہ بھی ادائے جمعہ کی شرط ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السّلام اور صحابہ کرام نے کبھی خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں پڑھا۔ لہٰذا جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ بھی ضروری ہے اور خطبہ کے لئے یہ امور بھی شرط ہیں۔ وقت میں ہو۔ نماز سے پہلے ہو۔ جماعت کے سامنے ہو۔ جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی خطیب کے سوا تین مردوں کا ہونا اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سن لیں۔ اور دلیل اس کی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عمل متواتر ہی ہے (۲) خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے۔ اگرچہ ایک بار الحمد للہ یا سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا مگر اتنے پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔

جمعہ کے خطبہ کے مسائل خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔ خطیب کا پاک ہونا۔ کھڑا ہو کر خطبہ دینا۔ خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ خطیب کا منبر پر ہونا۔ سامعین کی طرف منہ ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا۔ حاضرین کا متوجہ بامام ہونا۔ خطبہ سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا۔ اتنی زور سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔ الحمد سے شروع کرنا۔ اللہ عزّ وجل کی ثنا کرنا۔ اللہ عزّ وجل کی وحدانیت اور رسول کریم کی رسالت کی شہادت دینا حضور پر درود بھیجنا۔ کم از کم ایک آیت کی خطبہ میں تلاوت کرنا۔ پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت ہونا۔ دوسرے میں حمد و ثنا و شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔ دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کیلئے دعا کرنا۔ دونوں خطبے ہلکے ہونا۔ دونوں خطبوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔

بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کے بائیں جانب ہو۔ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے خطبہ کے پست ہو۔ اور خلفاء راشدین و عمین مکرمین حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو۔ (۴) خطبہ میں بادشاہِ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو۔ حرام ہے۔ جیسے مالک رقاب الامم کہ یہ محض جھوٹ اور حرام ہے۔

مذکورہ بالا مسائل حسب ذیل حدیثوں سے اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ عن السائب بن یزید قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد (ابوداؤد)	سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ موذن حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر جمعہ کے دن اس وقت اذان دیتا جبکہ حضور منبر پر جلوہ فرما ہو جاتے۔
۲۔ کان یوذن بلال علی باب المسجد علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر (طبرانی وابن خزیمہ)	انہی سے مروی ہے کہ حضرت بلال حضور کے عہدِ مبارک میں اور حضرت ابوبکر و عمر کے زمانہ میں مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے تھے۔
۳۔ وعن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج یوم الجمعۃ فقعد علی المنبر اذن بلال (حاکم فی المستدرک)	حضرت ابن عمر فرماتے ہیں جب حضور جمعہ کے دن برآمد ہو کر منبر پر جلوہ فرما ہو جاتے تو بلال آذان دیتے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہو اور خارج مسجد ہو اور اذان اس وقت ہو جبکہ خطیب منبر پر بیٹھ جائے۔

۴۔ حضرت عطا سے مرسلاً مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب حضور علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔

استقبل الناس بوجھہ (مصنف عبدالرزاق)	تو اپنا چہرہ سامعین کی طرف رکھتے تھے۔

۵۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ السّلام جب منبر پر جلوہ فرما ہوتے،

جلس قبل الخطبۃ جلسۃ خفیفۃ (بخاری)	تو آپ خطبہ کیلئے کھڑے ہونے سے قبل ذرا دیر بیٹھ جاتے

۶۔ حضرت جابر ابن سمرہ فرماتے ہیں حضور علیہ السّلام جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے۔

یخطب قائما ثم یجلس ثم یقوم فیخطب قائما (ابوداؤد، مسلم، نسائی)	تو کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔

۷۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کے جمعہ کے دن ۔

خطبتان یجلس بینھما یقرء القرآن ویذکر الناس (مسلم)	دو خطبے ہوتے ، دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے قرآن پڑھتے اور وعظ فرماتے ۔

۸۔ جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کو جمعہ کے خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔

یخطب یوم الجمعة قائما ثم یقعد قعدة لا یتکلم ثم یقوم یخطب خطبة اخری (نسائی)	آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا پھر بیٹھ گئے (خاموش) پھر کھڑے ہوئے اور دوسرا خطبہ دیا۔

۹۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جمعہ کے خطبہ میں

یحمد اللہ ویثنی علیہ وقد علا صوتہ (مسلم)	اللہ کی حمد وثنا فرماتے اور بلند آواز سے خطبہ دیتے ۔

۱۰۔ احادیث سے واضح ہوا۔ جمعہ کے لئے دو خطبے دیئے جاتے ہیں۔ دونوں خطبوں کے درمیان ذرا دیر بیٹھا جائے اور خطبے اللہ کی حمد و ثنا اور وعظ و تذکیر پر مشتمل ہوں اور اس میں قرآن پاک کی کوئی آیت تلاوت کی جائے۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اذا قلت لصاحبك انصت والامام یخطب یوم الجمعة فقد لغوت۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد و ترمذی)	جب تم نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہو دراں حالیکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اس نے لغو کام کیا۔
۱۲۔ ثم انصت حتی یفرغ الامام من خطبتہ ثم یصلی (مسلم)	حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جمعہ کا خطبہ خاموشی سے سنو۔ پھر نماز پڑھو۔
۱۳۔ اذا قام علی المنبر استقبلہ الناس۔ (ابن ماجہ)	حضور جب خطبہ کیلئے منبر پر جلوہ فرما ہوتے تو لوگ امام کی طرف متوجہ ہو جاتے ۔
۱۴۔ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقصار الخطب (ابوداؤد)	ہمیں حضور نے خطبہ کو مختصر رکھنے کا حکم دیا۔

جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضور کا خطبہ

۱۵۔ انما هن كلمات يسيرات (ابوداؤد) طویل نہیں ہوتا تھا بلکہ مختصر کلمات ہوتے تھے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ خطبہ خاموش بیٹھ کر سنا جائے بوقت خطبہ لوگ امام کی طرف متوجہ ہوں خطبہ کے وقت سلام و کلام نہ ہو۔ خطبہ مختصر ہو۔ زیادہ لمبا خطبہ نہ ہو کہ لوگوں پر بار ہو

سوم جماعت یعنے ادائے جمعہ کے لئے خطیب کے سوا تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر تین مرد غلام یا مسافر یا بیمار ہوں تو بھی جمعہ صحیح ہے صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

الجمعة واجب على كل مسلم في جماعة (دارقطنی) جمعہ ہر مرد مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے

چہارم اذنِ عام یعنی وہ جگہ ایسی ہو۔ جہاں ہر شخص کو بلا روک ٹوک آنے جانے کی اجازت ہو۔ تو اس کا دروازہ کھلا ہو جس کا جی چاہے آئے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ حتیٰ کہ اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے اور دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا جمعہ نہ ہوگا۔ اسی طرح بادشاہ نے اپنے مکان میں یا اپنی رہائش گاہ کی مسجد میں جمعہ قائم کیا اور دروازہ پہ دربانوں کو بٹھا دیا کہ لوگوں کو آنے نہ دے یا کارخانہ یا دفاتر کہ وہاں جمعہ ہو لور عام لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہ ہو۔ تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہوگا ــــ اس کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کبھی پرائیویٹ مکانوں میں نہیں پڑھا گیا۔ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام نے ہمیشہ ایسی جگہ جمعہ پڑھا جہاں پر ہر مسلمان کو حاضر ہونے کی عام آزادی ہو۔ لہٰذا جمعہ کے لئے اذن عام ضروری ہے۔

شرطِ پنجم بادشاہِ اسلام مگر یہ کوئی صحتِ جمعہ کے لئے لازمی شرط نہیں ہے کہ بادشاہ ہی کی اجازت سے جمعہ قائم ہو سکے۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے۔ بادشاہ اسلام کی شرط شرطِ اولویت ہے۔ شرطِ صحت نہیں ہے۔

(۲) جامع الرموز میں ہے کہ سلطان سے مراد حاکم اکبر ہے۔ جس کے زیرِ دست باقی حکام ہوں، خواہ وہ عادل ہو یا ظالم اور اطلاقِ عبارت مشعر ہے کہ سلطان کا مسلم ہونا صحتِ جمعہ کیلئے شرط نہیں۔

لان الاسلام ليس بشرط وهذا اذا یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس سے اجازت

امکن استیذانہ والا فالسلطان	طلب کرنا ممکن ہو ورنہ پھر جمعہ کیلئے سلطان شرط
لیس بشرط فاجتمعو علیٰ رجل	نہیں تو اگر لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام مقرر کرلیں
جائز۔	تو جمعہ جائز ہے۔

(۲) صاحب بدائع نے اس کی دلیل میں لکھا ہے کہ جب سیدنا عثمان غنی محصور ہو گئے تو مسلمانوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام مقرر کرکے جمعہ کی نماز ادا کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس فتنہ کے موقع پر نہ تو حضرت عثمان سے اجازت طلب کرنے کی کسی کو ہمت تھی اور نہ حضرت علی اس وقت خلیفہ اور امام مقرر ہوئے تھے۔ فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندھم بالاذن۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا سلطان کا ہونا صحت جمعہ کے لئے شرط نہیں ہے۔ ورنہ صحابہ کرام بلا اذن امام محض اپنی اجازت و اتفاق سے جمعہ نہ پڑھتے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

ذکر الکرخی انہ لا باس ان یجمع	کرخی نے ذکر کیا اس میں کوئی حرج نہیں کہ
الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ وھکذا	لوگ کسی ایک کو امام مقرر کرکے جمعہ پڑھ لیں امام
اروی عن محمد ذکرہ فی العیون	محمد علیہ الرحمۃ سے بھی یہی روایت ہے (عیون میں)

(۳) علامہ بحر العلوم نے بھی رسائل الارکان میں مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے شرط سلطان کو صحتِ جمعہ کی ضروری شرط ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

(۴) مولانا عبد الحی علیہ الرحمۃ نے عمدۃ الرعایہ میں تصریح کی۔

انما ھو علیٰ سبیل الاولویۃ حیث لا	شرط سلطان اولویت کی شرط ہے تاکہ جمعہ
تتعدد الجمعۃ وحیث تعددت	متعدد جگہ نہ ہو۔ مگر جب متعدد جگہ ہو تو اب
فلاحاجۃ الیٰ ذلك	اس شرط کی حاجت نہیں۔

(۵) حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات و فتح المنان میں لکھتے ہیں۔ شرط سلطان صحت جمعہ کے لئے نہیں۔ بلکہ قطع منازعت کے لئے ہے کیونکہ جمعہ و عیدین مجمع عظیم کے ساتھ ادا ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ امامت پر جھگڑا ہو تو اگر حاکم ہوگا تو اس کا احتمال نہ رہیگا پھر صاحب ہدایہ کی رائے لکھ کر فرماتے ہیں۔

وظاھرہ یفید الاولویۃ والاحتیاط	کہ ظاہر یہی ہے شرط سلطان اولویت کی شرط ہے

عقلاً لا لاشتراطہ وعدم جواز الصلوٰۃ بدونہ شرعاً۔ — احتیاطاً وعقلاً نہ کہ شرعاً کہ سلطان کی اجازت کے بغیر جمعہ جائز ہی نہ ہو۔

(۶) علامہ بحر العلوم علیہ الرحمتہ نے رسائل الارکان میں مزید لکھا کہ

لم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان وما فی الھدایہ رای لا یثبت بہ الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ (رسائل الارکان) — میں کسی ایسی دلیل پر مطلع نہیں ہوا جو سلطان کی شرط کو مفید ہو۔ اور صاحب ہدایہ کا ارشاد یہ انکی رائے ہے جو دلیل اشتراط نہیں بن سکتی کیونکہ وجوب جمعہ کی نصوص مطلق (یعنی نصوص میں یہ شرط نہیں ہے)

غرضیکہ سلطان اسلام کے حضور اور اذن کی قید محض احتیاطی و عقلی ہے اور رفع منازعت کے لئے ہے کسی نص صریح پر مبنی نہیں ہے۔ لہذا اگر سلطانِ اسلام نہ ہو یا وہ اقامت جمعہ کے فرائض ادا نہ کرے تو مسلمان متفق ہو کر کسی کو امام مقرر کر کے جمعہ پڑھ لیں تو جائز و درست ہے۔ جامع الرموز میں ہے۔

لہ فقہائے سلطان اسلام کی شرط جو بعض مصالح کی بنا پر مقرر کی ہے۔ اس کا ماخذ حسب ذیل احادیث ہو سکتی ہیں (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے جمعہ کو معمولی چیز اور ہلکا جان کر چھوڑ دیا۔ درال حالیکہ۔

۱۔ ولہ امام جائر او عادل فلا جمع اللہ شملہ (بدائع ج ۱ ص ۲۶۱) — اس کا کوئی ظالم یا عادل امام موجود ہو۔ تو اللہ اسکی پراگندگی کو دور نہیں فرمائیگا۔

۲۔ حضرت حسن بصری کا قول ہے۔

اربع الی السلطان منہا اقامۃ الجمعۃ والعیدین (ابن ابی شیبہ) — چار چیزیں سلطان سے متعلق ہیں۔ ان میں سے اقامت جمعہ عیدین بھی ہے۔

ظاہر ہے حدیث مذکورہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام یا سلطان کے بغیر اقامت جمعہ جائز ہی نہ ہو۔ حدیث کا مطلب تو یہ ہے جہاں اسلامی نظام جماعت قائم ہو۔ وہاں جمعہ کا ترک کرنا اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ اسی طرح اثر حسن بصری کا مفہوم یہ ہے کہ ان چار چیزوں کا اہتمام سلطان کو کرنا چاہیئے یا یہ کہ سلطان اگر موجود ہو تو ان چیزوں کے اہتمام کا حق اسکو ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں نکلتا کہ سلطان اسلام نہ ہو یا ہو تو مگر وہ ان چیزوں کا اہتمام ہی نہ کرے تو یہ کام بند رہیں۔ اگر کوئی کہے کہ لڑکی کی شادی کرنا باپ کا کام ہے یا باپ کا حق ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ اگر باپ نہ ہو تو لڑکی بیٹھی رہے۔

كل مصر فيه وال من جهة الكفار جاز فيه اقامة الجمعة والعيدين — ہر وہ شہر جس میں کافر کا مقرر کردہ حاکم موجود ہو وہاں بھی جمعہ وعیدین کا قائم کرنا جائز ہے۔

ششم مصر — یعنی صحتِ ادائے جمعہ کے لئے شہر یا فنا شہر کا ہونا شرط ہے اور احناف کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ شہر کی تعریف میں فقہا کے گو متعدد قول ہیں۔ لیکن صحیح اور مفتی بہ اور معمول بہ تعریف سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اور اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو جو اپنے دبدبہ و سطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے۔ اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو۔

(۲) اور شہر کے آس پاس کی جگہ جو شہر کی مصلحتوں کے لئے ہو اسے فنائے مصر کہتے ہیں جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں۔ تو فنائے شہر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی و حضرت حذیفہ بن الیمان حضرت عطا حسن بن ابی الحسن۔ ابراہیم نخعی مجاہد۔ محمد بن سیرین و سفیان ثوری و سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کا یہی مسلک ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں۔ جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور جو جگہ شہر کی ضرورتوں کے لئے نہ ہو اور اس کے شہر کے درمیان کھیت وغیرہ فاصل ہو تو وہاں جمعہ جائز نہیں لیکن اکثر ائمہ[1] یہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز وہاں پہنچتی ہو یا وہ جگہ شہر سے

---

[1] اس کا ماخذ حسب ذیل حدیثیں ہو سکتی ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔

الجمعة على من اواه الليل الى اهله۔ — جمعہ اس پر ہے جو رات تک اپنے اہل تک پہنچ سکے۔

مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے راوی سعید المقبری کو یحییٰ بن سعید القطان نے ضعیف قرار دیا۔ عراقی نے کہا انہ غیر صحیح ولا حجۃ فیہ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۲۶) لیکن یہ واضح ہے کہ اس حدیث سے دیہات میں اقامت جمعہ کی فرضیت تو درکنار جواز بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر دیہات میں اقامت جمعہ جائز یا فرض ہوتا تو پھر جائے مذکورہ فی الحدیث ہدایت کے یہ حکم دیا جاتا کہ یا تو شہر میں آکر نماز جمعہ پڑھو ورنہ اپنے گاؤں ہی میں جمعہ قائم کر لو۔

الجمعة على من سمع النداء۔ — جمعہ اس پر ہے جو اذان کی آواز سُنے۔

لیکن یہ حدیث بھی مرفوع نہیں ہے نیز اس کی اسناد میں بھی کلام کیا گیا ہے اور حدیث بخاری جس کا مضمون یہ ہے۔ عہدِ نبوی میں دیہات کے لوگ جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں آکر جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر یہ واضح ہے کہ خود علامہ ابن حجر نے تسلیم کیا ہے کہ اس حدیث سے دیہاتوں پر فرضیت جمعہ کا استدلال صحیح نہیں۔

دُور ہو مگر بلا تکلف واپس جا سکتا ہو۔ تو ان لوگوں کو جمعہ پڑھنا چاہیئے یعنی جو لوگ شہر کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ جائیں۔ (درمختار و عالمگیری)

صحتِ ادائے جمعہ کیلئے مصر شرط ہے اور اسکے دلائل

چنانچہ اداء جمعہ کے لئے شہر کے شرط ہونے کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) ابوبکر ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا۔

لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولا اضحى الا فى مصر جامع

کہ سوا مصر جامع کے نہ جمعہ ہوگا نہ تشریق نہ عید نہ بقر عید۔

اگرچہ ابن ابی شیبہ نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے مگر یہ بات ہمارے مدعا کو مضر نہیں کیونکہ وہ احکام جن میں قیاس کو دخل نہ ہو۔ ان میں حدیث موقوف بر صحابی بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اور مذکورہ بالا روایت کا قول علی ہونا تو سب کو تسلیم ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اداء جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگانا اپنی رائے سے تو ہو نہیں سکتا۔ انہوں نے حضور کے قول و عمل سے یہ معلوم کیا کہ جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ اسلئے انہوں نے اداء جمعہ کیلئے مصر کو شرط قرار دیدیا۔ لہٰذا جو روایت موقوف ہو۔ اور اس میں قیاس کو دخل بھی نہ ہو یا وہ دوسری مرفوع روایات سے مؤید ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ کی مرفوع حدیث قرار پاتی ہے۔ ثانیاً۔ اس حدیث کی ابن حزم نے تصحیح کی ہے اور اس کو مرفوعاً بھی روایت ہے اور امام عبد الرزاق نے ایسے اسناد سے روایت کیا جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں۔ اور علامہ نووی نے اثر علی کے رفع کو جو ضعیف کہا ہے۔ تو ایک سند سے اگر ضعیف ہے تو دوسری سند سے تو ضعیف نہیں ہے۔ تاہم اگر

لہ۔ مصنف عبد الرزاق کا سلسلہ سند یہ ہے اخبرنا معمر عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دوسری سند یہ ہے۔ حدثنا جریر عن منصور عن طلحۃ عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن انہ قال قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے۔ عباد بن العوام عن حجاج عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ امام نووی کا یہ فرمانا کہ حدیث علی ضعیف متفق علیہ۔ تو متفق علیہ کا لفظ تو ان کا اپنا ہے۔ باقی رہا ضعف تو دراصل وہ صرف ابن شیبہ والی سند پر مطلع ہوئے۔ جس میں حجاج بن ارطاۃ ہے۔ مگر وہ طریق جریر عن منصور پر مطلع نہیں ہوئے جس کی سند صحیح ہے اور اگر ہو جاتے تو پھر ضعیف نہ کہتے۔ (عینی ج ۳ ص ۲۶۴)

ضعف ہو بھی تو دیگر احادیث صحاح اس کے مضمون کی تائید و توثیق کرتی ہیں جو رفع ضعف کیلئے کافی ہے
۲۔ حضرت عمرہ بن زبیر عن عائشہ مروی ہے کہ:

کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی (بخاری)	لوگ باری باری اپنی منزلوں اور عوالی سے (مدینہ میں) جمعہ کے لئے آیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عہد نبوی میں دیہات کے مسلمان باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آتے تھے۔ ینتابون کا لفظ صاف وصریح طور پر اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے ایک جمعہ کو چند آدمی مدینہ میں جمعہ کے لئے آتے تھے اور باقی اپنے گھر پر رہتے۔ پھر دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت جو پہلے جمعہ کو نہ آئی تھی۔ مدینہ شریف میں جمعہ کے لئے آتی تھی اور پہلی جماعت اپنے گھر میں رہتی تھی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر دیہات کے رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہوتا تو اول تو ان کو اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا چاہیئے تھا یا پھر جو مدینہ میں جمعہ کے لئے حاضر نہ ہوتے تھے اور گاؤں میں رہ جاتے تھے۔ ان کو تو ضرور گاؤں میں جمعہ پڑھنا چاہیئے اور اگر کسی وجہ سے وہ گاؤں میں جمعہ قائم نہ کر سکتے تھے تو پھر سب کو یعنی گاؤں کی پوری آبادی کو مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ میں شریک ہونا چاہیے تھا مگر گاؤں کے رہنے والوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر یہ بات حضور علیہ السّلام کے علم میں بھی تھی لیکن آپ نے باری باری ان کو جمعہ میں شریک ہونے پر نہ ٹوکا۔ حضور علیہ السّلام کے اس عمل اور ان کے اس تعامل سے بھی واضح ہوتا ہے کہ گاؤں والوں پر سرے سے جمعہ فرض ہی نہ تھا۔ لطف کی بات یہ ہے۔ کہ حضرت علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ شافعی کو بھی یہ ماننا پڑا کہ اس حدیث سے اہل قریٰ پر فرضیت جمعہ کی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو پھر وہ باری باری جمعہ کے لئے مدینہ میں نہ آتے۔ بلکہ گاؤں کی پوری آبادی جمعہ میں شرکت کرتی۔ حافظ علیہ الرحمۃ کے الفاظ یہ ہیں۔ لانہ لو کان واجبا علیٰ اھل العوالی ما تناوبوا ولکانوا یحضرون جمیعا (فتح الباری) البتہ یہ ضرور رہے کہ جہاں حافظ علیہ الرحمۃ نے یہ بات لکھی ہے۔ وہاں ان کو یہ بھی لکھنا چاہیئے تھا کہ "گاؤں میں جمعہ کا ادا نہ ہونا بھی" اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو لوگ جمعہ کے دن گھروں میں رہ جاتے تھے۔ ان کا گاؤں میں جمعہ قائم نہ کرنا اور حضور علیہ السّلام کا ان کو اقامت جمعہ کا حکم نہ فرمانا اس امر پر نص صریح ہے۔

(۳) اسی طرح حضور علیہ السلام کا اور آپ کے صحابہ کرام کا متواتر عمل بھی ادا جمعہ کے لئے شہر کے شرط ہونے پر نص ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی۔ تو آپ پہلے قبا میں ٹھہرے وہاں آپ نے چودہ روز قیام کیا۔ بخاری میں عن انس مروی ہے۔ فَاَقَامَ فِیْھِمْ اربعۃ لیلۃ ۔ اور دوران قیام قبا آپ کو دو جمعہ پیش آئے۔ کیونکہ آپ پیر کے دن قبا میں فروکش ہوئے اور پیر ہی کے روز قبا سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ لیکن آپ نے دوران قیام قبا جمعہ قائم نہیں فرمایا اور نہ اہل قبا کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔ آخر کیوں ؟ اگر دیہات میں جمعہ فرض تھا تو حضور علیہ السلام کو قبا میں جمعہ پڑھنا چاہیئے تھا۔ مگر آپ نے نہیں پڑھا معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔ یہ دلیل اس تقدیر پر ہے۔ جبکہ جمعہ کی فرضیت بحالت قیام مکہ مانی جائے۔ اور ہمارے نزدیک یہ ہی صحیح ہے۔ جیسا کہ فیوض الباری پارہ چہارم کے صفحہ ۱۰۳ پر ہم نے بیان کیا ہے اور اگر بعض علما کی اس رائے کو تسلیم کر لیا جائے کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں ہی فرض ہوا۔ تو یہ سوال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ اگر ادار جمعہ کے لئے مصر کا ہونا ضروری نہ تھا۔ تو عہد نبوی میں عوالی مدینہ میں جمعہ کیوں قائم نہیں ہوا اور مدینہ کے مضافات میں جو دیہات واقع تھے۔ ان کے مکین باری باری مدینہ میں آکر جمعہ کیوں پڑھتے تھے ۔

۴۔ پھر عوالی مدینہ یعنی دیہاتیوں کو حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا ۔

من احب ان ینتظر الجمعۃ من	اہل عوالی سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے کرے
من اھل العوالی فلینتظر وَ مَن	اور جو جمعہ پڑھے بغیر جانا چاہے تو اس کو میں
احب ان یرجع فقد اذنت (بخاری)	اجازت دیتا ہوں ۔

ادا جمعہ کے لئے مصر کے شرط ہونے اور دیہاتیوں پر جمعہ فرض نہ ہونے پر نص صریح ہے ۔

۵۔ غرضیکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متواتر عمل یہ ہی رہا کہ آپ نے دیہاتیوں کو نہ تو اقامت جمعہ کا حکم دیا اور نہ کسی کے عدم اقامت جمعہ پر سرزنش فرمائی۔ اسی طرح عہد صحابہ کو لیجئے۔ تو انہوں نے بہت سے ممالک فتح کئے لیکن انہوں نے بھی دیہات میں کبھی جمعہ قائم نہیں کیا اور جہاں جہاں صحابہ کے آثار پائے گئے۔ وہاں دیہات میں نہ منبر پائے گئے اور نہ جامع مسجدیں حتی کہ جب حجاج بن یوسف نے اہواز (گاؤں) میں جمعہ کیا تو امام حسن بصری نے فرمایا ۔

لعن اللہ الحجاج یترک الجمعۃ فی الامصار ویقیمھا فی خلافیم	حجاج پر اللہ کی لعنت ہو یہ شہروں کو چھوڑ کر ملک کے گوشوں میں جمعہ قائم کرتا ہے۔

ان سب احادیث سے واضح ہوا کہ ادائے جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۔	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو جب جمعہ کی نماز کیلئے جمعہ کے دن اذان دی جائے تو ذکر خدا کی طرف آؤ اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ فَاسْعَوْا کے معنی (آؤ) ہیں۔

۱۔ یہ آیت سورہ جمعہ پارہ ۲۹ کی ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اس آیت سے جمعہ کی فرضیت پر استدلال کیا کہ جب جمعہ کی اذان ہو۔ تمام کام کار چھوڑ کر جمعہ کیلئے مسجد میں آجانا فرض ہے۔

۲۔ یہ آیت مدنی ہے اور جمعہ در اصل مکہ میں فرض ہو چکا تھا مگر وہاں بوجہ غلبہ کفار جمعہ قائم نہیں ہو سکا۔ چنانچہ علامہ جلال السیوطی نے تصریح فرمائی۔ الصحیح انھا مدنیہ اور بخاری میں جناب ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم بحضور نبوی حاضر تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ اور حضرت ابوہریرہ ہجرت کے بعد ایمان لائے تھے۔ لہذا پوری سورۃ مدنی ہے (اتقان) اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ اول ان کا حکم بذریعہ وحی ہوا اور آیت اس باب میں بعد میں نازل ہوئی۔ علامہ سیوطی نے لکھا۔

النوع الثانی عشر ما تاخر حکمہ عن نزولہ وما تاخر نزولہ عن حکمہ (الیٰ ان قال) ومن امثلتہ ایضا آیۃ الجمعۃ فانھا مدینۃ (اتقان) اور حدیث بخاری فھدانا اللہ لہ کے ماتحت علامہ قسطلانی و علامہ ابن حجر عسقلانی حتی کہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے عون الباری میں لکھا بان نص لنا علیہ ولم یکلھا الی اجتھادنا لاحتمال ان یکون صلی اللہ علیہ علمہ بالوحی وھو بمکۃ ولم یتمکن من اقامتھا وفیہ حدیث عن ابن عباس عند الدار قطنی ولذلک جمع لھم اول من قدم المدینۃ کما ذکرہ ابن اسحاق وغیرہ (فتح الباری قسطلانی وعون المعبود)۔

ان تصریحات سے واضح ہوا کہ آیت جمعہ مدنی ہے اور یہ کہ جمعہ کی فرضیت مکہ مکرمہ میں قبل ہجرت

ہو چکی تھی۔ مگر بوجہ غلبہ کفار مکہ میں جمعہ قائم نہ ہو سکا۔ اور سورہ جمعہ کا نزول فرضیت جمعہ کے بعد ہوا۔ پھر جب حضور علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ جو کہ مصر تھا وہاں حضور علیہ السلام نے جمعہ قائم فرمایا۔

تفسیر آیات جمعہ

اذا نودی للصلوٰۃ سے مراد اذان خطبہ ہے۔ چنانچہ زہری نے سائب بن یزید سے روایت کی۔ کہ حضور علیہ السلام کا ایک ہی مؤذن تھا جب حضور منبر پر خطبۂ جمعہ کے لئے جلوہ فرما ہوتے تو وہ آذان دیتے جب حضور خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے اُترتے تو جمعہ کی نماز کے لئے اقامت ہوتی۔ چنانچہ عہد صدیق اکبر و فاروق اعظم میں ایسا ہی معمول رہا لیکن حضرت عثمان کا جب زمانہ آیا تو لوگوں کی کثرت ہوئی اور ان کے مکان دور ہو گئے تو آپ نے ایک آذان کی زیادتی کر دی اور یہ اذان ان کے اس مکان پر دی جاتی تھی جو بازار زوراء میں تھا۔ پھر جب حضرت عثمان منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھتے تو اذان دی جاتی اور جب خطبہ ختم کر کے منبر سے اُترتے تو نماز جمعہ کے لئے اقامت کہی جاتی۔ فلم یعب ذالك حضرت عثمان غنی کے اس عمل پر صحابہ کرام میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ (عینی ج ۳ ص ۲۳۳) بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس فعل کو معمول بہ بنا لیا۔ چنانچہ عہد صحابہ کرام سے لے کر اب تک تمام امت کا اسی پر عمل ہو گیا کہ جمعہ کے لئے دو اذانیں دی جائیں۔

(۲) آیت میں اذا نودی سے آذان خطبہ مراد ہونے پر یہ امر بھی ایک نہایت ہی معقول دلیل ہے کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی و فاروقی میں ایک ہی اذان خطبہ ہوا کرتی تھی۔ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله ۔ ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہے اور حضرت سعید ابن المسیب نے فرمایا۔ امام کا خطبہ مراد ہے بعض نے خطبہ اور نماز دونوں کو مراد لیا ہے اور فاسعوا کے معنے یہ ہیں کہ اطمینان کے ساتھ مسجد کی طرف چلے آؤ۔ بھاگ دوڑ کر آنا ممنوع ہے۔ وذروا البیع یعنی خطبہ کی اذان سن کر بیع و شراء اور وہ تمام کام جو نماز کے لئے رکاوٹ ہو سکیں چھوڑ دینے فرض ہیں اور خرید و فروخت، کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ زوال کے بعد عموماً لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں۔ ذالکم خیر لکم یعنے تمام کاموں کو چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہو جانا تمہارے لئے بہتر ہے اور خیر کا اطلاق فرض پر ہوتا ہے جیسا کہ تیمم کے متعلق فرمایا۔ پاک مٹی مسلم کا طہور ہے

اگرچہ پانی دس سال تک نہ ملے۔ فاذا وجد الماء فلیغسلہ لبشرطہ فان ذالک خیرا دیکھئے خیر کا لفظ یہاں بمعنے فرض ہی ہے اور بھی اس کی بہت مثالیں دی جا سکتی ہیں۔
اس آیت سے واضح ہوا کہ خطبہ کی اذان کے بعد تمام کاموں کو چھوڑ دینا واجب ہے اور ذکر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے حتیٰ کہ خطبہ کی اذان کے بعد زبانی خرید و فروخت اور اسی نوع کے دیگر وہ کام جو منافی سعی ہوں ان کا ترک کر دینا بھی واجب ہے۔

جمعہ کیلئے کس وقت سعی کی جائے

واضح ہو کہ سعی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خطبہ و نماز جمعہ میں شامل ہو جائے اور خطبہ کی اذان کے بعد کسی اور دنیا وی کام میں مشغول نہ رہے۔ اسی لئے اذانِ خطبہ کے بعد ذکر اللہ کے سوا کسی اور کام میں مشغول رہنا حرام ہے حتیٰ کہ زبانی خرید و فروخت بھی حرام ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔

۲۔ حضور سید عالم صلی اللہ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام کی کیفیت یہ تھی کہ وہ جمعہ کے دن خود بخود مسجد میں جمع ہو جاتے تھے اور حضور کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام بآمد ہو کر منبر پر جلوہ افروز ہوتے اور مؤذن اذان دیتا (یہ جمعہ کی اذان تھی) اور خطبہ شروع فرماتے پھر خطبہ کے بعد اقامت ہوتی اور نماز جمعہ ادا کی جاتی یہ طریقہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد تک جاری رہا۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جب زمانہ آیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ دُور دُور تک آباد ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مکان مسجد سے دُور ہو گئے ہیں۔ اس بنا پر آپ نے ایک اذان کا اضافہ فرما دیا (یعنی اذان اول) جس کا فائدہ یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اب جمعہ کیلئے تیار رہنا چاہیئے اور اذانِ خطبہ یعنی اذان ثانی سُن کر فوراً مسجد میں آ جانا چاہیئے۔
ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ میں بہت لوگ عہد نبوی کی طرح پہلے ہی سے مسجد میں نہیں ہوتے جمعہ سے قبل وعظ کی وجہ سے کچھ لوگ تو پہلے ہی سے مسجد میں آ جاتے ہیں اور کچھ نہیں آتے تو اب وہ لوگ جو پہلے ہی سے تیار ہو کر مسجد میں آ گئے ہیں یا تیار ہو کر اپنے مقامات پر اذان خطبہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ تو اذان ثانی کے بعد بخوبی خطبہ و جمعہ کی نماز میں شامل ہو سکتے ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں ابھی دوکان بند کرنی ہے۔ وضو و طہارت سے فارغ ہونا ہے وہ اگر اذان خطبہ کے بعد سعی

کریں بھی تو جماعت تو کیا بلکہ خطبہ تک سے رہ جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ جو پہلے طہارت وغیرہ سے فارغ نہیں ہوتے اور عین خطبہ کی اذان کے وقت مسجد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ جماعت وخطبہ سے رہ جاتے ہیں۔ تو اگرچہ یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ قرآن مجید میں جس سعی کا حکم ہے وہ آذانِ خطبہ کے بعد ہے یعنی اذانِ خطبہ کے بعد ذکر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا اور تمام دوسرے کاموں کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ مگر فقہائے احناف نے پہلی اذان کے بعد سعی کے واجب ہونے کا قول کیا تو اس قول کی بنیاد یہی ہے کہ ہمارے زمانہ میں اگر اذان اول کے بعد جمعہ کے لئے تیار نہ ہوا جائے۔ اور اذان ثانی کے بعد جمعہ کے لئے مسجد میں آیا جائے تو اس طرح شارع کا مقصود فوت ہو جاتا ہے یعنی خطبہ وجمعہ کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس مصلحت کی بنا پر فقہاء احناف نے اذانِ اول کے بعد سعی کو ضروری قرار دیا۔ اس تفصیل سے مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ اذانِ خطبہ کے بعد تو ذکر اللہ کی طرف اس طرح متوجہ ہو جانا واجب ہے کہ اس وقت کسی دوسرے کام میں مشغولیت نہ ہو حتی کہ زبانی خرید وفروخت بھی حرام ہے مگر اذانِ اول کے بعد جمعہ کے لئے تیار ہو کر اپنے مقام پر بیٹھے رہنا اور خرید وفروخت میں بایں طور مشغول رہنا کہ خطبہ وجمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو جائز ومباح ہے۔

کیا جمعہ کیلئے غسل فرض ہے؟

اہلِ ظاہر نے جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا واجب قرار دیا ہے لیکن وجوب کا قول کئی متعدد وجوہ سے درست نہیں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔

اول حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے واضح ہے کہ لوگ جمعہ کے دن کاروبار میں مشغول ہوتے اور انہیں میلے کچیلے کپڑوں ہی جمعہ کے دن مسجد میں آجاتے۔ اس پر انہیں حکم دیا گیا کہ غسل کر کے آئیں معلوم ہوا کہ غسل کی علت میل کچیل وبدبو وغیرہ ہے۔ لہذا اگر کپڑے وبدن میں میل کچیل ہو۔ پسینے کی بدبو سے بیماریوں کو تکلیف ہو تو پھر غسل ضروری ہے ورنہ مسنون ومستحب ہے۔

دوم۔ اگر مان لیا جائے کہ جمعہ کے دن بہر حال غسل واجب ہے تو وجوب کی حدیث منسوخ ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں حضور نے فرمایا۔

من توضأ یوم الجمعۃ فبھا ونعمت — جس نے جمعہ کے دن صرف وضو کیا تو کافی ہے

اغتسل فهوا فضل۔ اور غسل کرنا افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ غسل واجب نہیں ہے۔ بلکہ مسنون ہے۔

اس پہ ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ مذکورہ بالا حدیث ضعیف ہے اور ضعیف صحیح کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو ابو داؤد۔ نسائی۔ بزار۔ طحاوی۔ ابن ماجہ۔ طبرانی۔ بیہقی۔ ترمذی نے سات صحابہ کرام حضرت ابن عباس۔ ابوہریرہ۔ انس۔ سمرہ بن جندب ابوسعید خدری۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ و حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ یہ حدیث طرقِ متعددہ سے مروی ہے۔ یہ بات بھی اس کے حکم میں قوت پیدا کر رہی ہے۔

سوم۔ علماء محققین نے فرمایا۔ کہ نماز کے لئے قرآن مجید میں صرف وضو کا حکم دیا گیا ہے اور خبر واحد سے کتاب پہ زیادتی جائز نہیں (لانہ یصیر کالنسخ) اور یہ حدیث ابن عمر میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اذا جاء کم احدکم الجمعۃ فلیغتسل (بخاری) جو کوئی جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کر کے آئے

تو اس حدیث میں فَلْیَغْتَسِلْ کا (امر اور واجب کے) الفاظ ندب پر محمول ہیں۔ البتہ اگر کوئی اتنا میلا کچیلا ہو کہ اس کے کپڑوں کی بدبو سے نمازیوں کو ایذا پہنچے تو اسے شخص کیلئے غسل ضروری ہے۔ مگر یہ بات پھر صرف جمعہ کے ساتھ خاص نہ رہے گی۔ بلکہ نماز پنجگانہ میں شمولیت کیلئے بھی یہی حکم دیا جائے گا۔

حاضرینِ جمعہ کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جو جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز کے لئے گیا تو گویا اس نے اللہ کے لئے ایک اونٹ کی قربانی دی۔ جو جمعہ کے لئے تیسری ساعت میں گیا۔ تو گویا اس نے راہِ خدا میں ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو ساعت چہارم میں گیا تو گویا اس نے ایک مرغی راہِ خدا میں دی۔ اور جو ساعت پنجم میں گیا تو اس نے راہِ خدا میں ایک انڈا دیا۔

فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰئِکَۃُ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ — اور جب امام خطبہ کے لئے برآمد ہوتا ہے تو فرشتے بھی مسجد میں حاضر ہو کر ذکر الٰہی سنتے ہیں۔

فوائد و مسائل اس حدیث کو مسلم نے صلوٰۃ میں نسائی میں ملائکہ میں ذکر کیا اس حدیث میں جمعہ میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ جمعہ میں شریک ہونے والوں کے مراتب و درجات متفاوت ہیں، جو پہلی ساعت میں آتا ہے اس کو بہ نسبت بعد میں آنے والوں کے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ابن خزیمہ کی حدیث میں ہے۔ جمعہ کے دن مسجد کے دروازہ پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ جو آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ یہ نام لکھنے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو دفتر لپیٹ لئے جاتے ہیں۔ اسی حدیث سے واضح ہوا کہ۔

(۱) جمعہ کے دن غسل مسنون ہے (۲) لوگوں کے ان کے اعمال کے مطابق مراتب کم یا زیادہ ہوتے ہیں (۳) قربانی اور صدقہ کا لفظ کم اور زیادہ دونوں پر بولا جاتا ہے (۴) اس حدیث میں مرغی اور انڈے پر قربانی کا لفظ بولا گیا تو اس سے مراد صدقہ کرنا ہے (۵) اونٹ کی قربانی گائے سے افضل ہے۔ اسی لئے حدیث ہذا میں اونٹ کو گائے سے پہلے رکھا گیا (۶) ہدایہ میں ہے کہ اونٹ کی قربانی سب سے افضل ہے اس کے بعد گائے کی اس کے بعد بھیڑ۔ دنبہ۔ بکری کی۔ سیدنا امام اعظم و امام شافعی و جمہور کی یہی رائے ہے (۷) یہ فرشتے حفظہ کے علاوہ ہوتے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ آنے والوں کے نام لکھنے پر مامور کئے جاتے ہیں (۸) جمعہ کے دن ملائکہ بھی امام کا خطبہ سنتے ہیں۔ حدیث ہذا میں ذکر سے مراد خطبہ ہے۔

جمعہ کے خطبہ کے ضروری مسائل جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے ختم نماز تک اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے تو جلد جلد پوری کرلے (درمختار) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں۔ مثلاً کھانا پینا، سلام وجواب سلام وغیرہ یہ خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں۔ ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے۔ جب خطبہ پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر چپ رہنا اور سننا واجب ہے۔ اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر سے اشارہ سے منع کر سکتے ہیں۔ زبان سے منع ہے۔ خطیب نے دعا کی تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آمین کہنا منع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب نے نام لیا تو حاضرین دل میں درود

پڑھیں۔ زبان سے پڑھنے کی اس وقت اجازت نہیں جمعہ کے علاوہ عیدین و نکاح کا خطبہ سننا بھی واجب ہے (درمختار)

کیا گاؤں میں جمعہ جائز ہے؟

اِبنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَۃٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثٰی مِنَ الْبَحْرَیْنِ (بخاری)	حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بیشک حضور علیہ السلام کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے سے قبل قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں نماز جمعہ ہوئی جو جواثی بحرین کی ایک بستی میں تھی۔

اثر ابن عباس سے سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ نے دیہات میں جواز جمعہ کا استدلال فرمایا۔ علامہ شوکانی و حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ جواثی گاؤں تھا اور ظاہر یہ ہی ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کی اجازت ہی سے جمعہ قائم کیا ہوگا؟ مگر یہ استدلال متعدد وجوہ سے درست نہیں۔

اوّلاً۔ اس لئے کہ جواثی گاؤں نہیں بلکہ شہر تھا۔ جوہری و زمخشری و ابن اثیر نے یہ قلعہ تھا اور ظاہر ہے کہ قلعہ حاکم اور عالم سے خالی نہیں ہوتا۔ اور ابو عبید بکری نے کہا جواثی شہر تھا نیز جاہلیت کے شعراء کے کلام سے بھی جواثی کا شہر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہا روایت ابو داؤد میں جواثی پر لفظ قریہ کا اطلاق تو از روئے لغت شہر پر بھی لفظ قریہ کا اطلاق آتا ہے۔ جیسے اس آیت میں۔ ولو لا انزل ھٰذا القراٰن علیٰ رجل من القریتین عظیم۔ یعنی مکہ و طائف حالانکہ مکہ و طائف گاؤں نہیں شہر ہیں۔

ثانیاً۔ یہ کہنا کہ عبدالقیس نے حضور کے حکم ہی سے جمعہ قائم کیا تھا محض ایک خیال ہے جس کے ثبوت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ جواثی گاؤں تھا تو سوال یہ ہے۔ وہاں حضور کے اذن

لہ وحکی الجوھری والزمخشری وابن الاثیر ان جواثی اسم حصن البحرین (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۳۳) وقال ابو عبید البکری ھی مدینۃ بالبحرین۔ امرأ القیس ہتب ورحنا کا نا من جواثی عشیۃ تعالی النعاج بین عدل والحقب یرید کان من تجار جواثی لکثرۃ ما معہم من الصید اراد کثرۃ امتعۃ تجار جواثی قلت کثرۃ الامتعۃ تدل غالبا علی کثرۃ التجار و کثرۃ التجار تدل علی ان جواثی مدینۃ قطعا لان القریۃ لا یکون فیھا تجار کثیرون

سے جمعہ قائم کیا گیا؟ یا حضور نے اطلاع پاکر سکوت فرمایا اور اس کی تقریر فرمائی مگر یہ دونوں باتیں کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اور جب تک یہ دونوں امور ثابت نہ ہوں اس وقت تک محض چند افراد کا اپنی رائے سے جمعہ قائم کر لینا گاؤں میں فرضیت جمعہ کی دلیل نہیں بن سکتا اور جو لوگ دیہات میں فرضیت جمعہ کے قائل ہیں انہیں یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ جواثی میں حضور کے حکم یا تقریر سے جمعہ قائم ہوا تھا۔

دیہات میں جمعہ جائز نہیں شہر کے قریبی گاؤں والے شہر میں آکر جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس مضمون کی بہت حدیثیں ملتی ہیں اور جو لوگ مدینہ منورہ سے چھ میل یا اس سے کم مسافت کے دیہات میں رہتے تھے وہ جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ میں آیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

انما كان الناس يسكنون العالية فيحضرون الجمعة (نسائی ج ۱ ص ۲۰۳)

مدینہ کے مضافات میں رہنے والے (مدینہ منورہ) میں جمعہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔

— عن ابا هريرة كان ياتي الجمعة من ذي الحليفة يمشي وهو على راس ستة اميال من المدينة (بیہقی ج ۳ ص ۱۷۵)

حضرت ابوہریرہ ذی الحلیفہ سے چلکر مدینہ میں جمعہ پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے اور ذی الحلیفہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

— انه كان ياتي الزاوية على فرسخين من البصرة يشهد الجمعة واحيانا لا يشهد (بیہقی ج ۳ ص ۱۷۵)

حضرت انس بن مالک زاویہ سے جو بصرہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ بصرہ میں جمعہ کے لئے حاضر ہوتے اور کبھی نہ آتے۔

— قال الشافعي وقد كان سعيد بن زيد وابو هريرة يكونان بالشجرة اقل من ستة اميال فيشهدان الجمعة ويدعانها (بیہقی ج ۳ ص ۱۷۵)

امام شافعی نے فرمایا کہ سعید بن زید اور ابوہریرہ شجرہ میں رہتے تھے جو چھ میل سے کم تھا۔ تو دونوں کبھی جمعہ کے لئے حاضر ہوتے اور کبھی نہیں۔

— ان عبد الله بن عمرو بن عاص كان

اور عبداللہ بن عمر بن عاص طائف سے دو

علی میلین من الطائف فیشھدن الجمعۃ ویدن عنھا (بیہقی ج ۳ ص ۱۷۵) — دو میل پر تھے تو جمعہ کے لئے حاضر ہونے اور کبھی ترک کر دیتے۔

ان احادیث پر غور کیجئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دیہات کے لوگ عہد نبوی میں جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ میں آتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ذی الحلیفہ (گاؤں) سے مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھتے تھے۔ حضرت انس زاویہ گاؤں سے شہر میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھتے تھے جس سے واضح ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا جس کو جمعہ پڑھنا ہوتا وہ شہر کی جامع مسجد میں آکر پڑھتا تھا۔ پھر ان احادیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ کبھی تو یہ صحابہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی جمعہ کو ترک کر دیتے تھے۔ یعنے گاؤں میں ہی رہتے۔ اور وہاں ظہر پڑھتے تھے جس سے صاف صریح طور پر واضح ہوتا ہے کہ دیہات میں مقیم لوگوں پر نہ جمعہ فرض ہے اور نہ دیہات میں انہیں جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

حضور علیہ السلام نے دیہاتیوں کو جمعہ نہ پڑھنے کی اجازت دی

یہ ہی وجہ تھی کہ اگر جمعہ کے دن عید واقع ہو جاتی اور گاؤں کے رہنے والے عید پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ میں آجاتے اور حضور علیہ السلام کی اقتداء میں عید کی نماز ادا کر لیتے تو حضور علیہ السلام ان دیہاتیوں سے فرما دیتے کہ تم میں سے جو جمعہ کی نماز پڑھنا چاہے وہ ٹھہر جائے اور جو جانا چاہتا ہے اس کو اجازت ہے چنانچہ حضرت زید بن ارقم[1] فرماتے ہیں کہ عید اور جمعہ ایک دن میں آ گئے تو۔

قال صلی العید ثم رخص فی الجمعۃ قال من شاء ان یصلی فلیصل (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۲ ابن ماجہ) — حضور علیہ السلام نے عید کی نماز پڑھائی اور فرمایا جو شخص چاہے نماز جمعہ ادا کر لے۔

۔ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال قد اجتمع فی یومکم ھذا عیدان فمن شاء اجزءہ من الجمعۃ وانا مجمعون (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳ ابن ماجہ) — حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس دن میں دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں (عید اور جمعہ) جو جمعہ چھوڑنا چاہے اس کیلئے نماز عید ہی کافی ہے اور ہم تو جمعہ پڑھیں گے

[1] حدیث زید بن ارقم کو نسائی وحاکم نے بھی روایت کیا اور علی بن المدینی نے اس کی تصحیح کی اور حدیث ابو ہریرہ کو امام احمد بن حنبل ودار قطنی نے مرسلا صحیح قرار دیا اور بیہقی نے موصولا روایت کیا اور اس میں اہل عوالی کی قید لگائی۔

(۱) ان دونوں حدیثوں سے بھی واضح ہوا کہ نہ تو دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور نہ دیہاتیوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے کیونکہ اگر فرض ہوتا تو حضور علیہ السلام ان کو جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت عطا نہ فرماتے۔

(۲) علامہ خطابی نے فرمایا۔ ای عن حضورھا ولا تسقط عنہ الظہر کہ حضور علیہ السلام نے دیہاتیوں کو جمعہ میں حاضر نہ رہنے کی رخصت عطا فرمائی مگر ظہر ان سے ساقط نہیں ہوئی یعنی ان پر ظہر پڑھنا پھر بھی فرض رہا اور جمعہ چونکہ ان پر فرض تھا ہی نہیں۔ اسلئے اس کی حضور نے رخصت عطا فرما دی۔

ھذا الحدیث محمول علی من کان یحضر من اھل البدو للعید فلیس علیہ واجب ان یتوقف الی ان یحضر الجمعۃ فیصلی الجمعۃ ثم یرجع الی منزلہ

دونوں حدیثوں کا تعلق ان دیہاتیوں سے ہے جو عید پڑھنے کے لئے مدینہ میں آگئے تھے۔ ان پر یہ واجب نہیں کہ جمعہ کے انتظار میں شہر میں رہیں اور جمعہ پڑھکر واپس ہوں۔

(حاشیہ ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۲)

چنانچہ عہد عثمانی میں جب جمعہ کے دن عید آگئی اور عید پڑھنے کیلئے دیہاتی شہر میں جمع ہوئے تو عید کی نماز کے بعد حضرت عثمان غنی نے دیہاتیوں سے فرمایا۔

من اراد من اھل العوالی ان یصلی معنا الجمعۃ فلیصل ومن احب ان ینصرف فلیفعل (عون المعبود ج ۳ ص ۱۴۱)

کہ دیہات سے آنے والوں میں جو جمعہ کے وقت ٹھہرا رہنا پسند کرے تو ہمارے ساتھ جمعہ پڑھ لے اور جو واپس ہونا چاہے چلا جائے۔

واضح ہوا کہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد جمعہ ادا کئے بغیر واپس چلے جانے کی اجازت دیہات سے آنے والوں کے لئے ہے اور یہ اجازت اسی لئے ہے کہ دیہات والوں پر نہ جمعہ فرض ہے اور نہ انہیں دیہات میں اقامتِ جمعہ جائز ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ فَيَاْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کہ لوگ اپنی منزلوں اور گاؤں سے باری باری جمعہ کیلئے مدینہ میں آتے تھے اور وہ گرد و غبار میں آتے اور گرد ان پر پڑتی اور پسینہ آجاتا اور یہ پسینہ نکلتا (یعنی اس سے بو آتی) ان میں سے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْسَانٌ مِّنْھُمْ وَھُوَ عِنْدِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّکُمْ تَطَھَّرْتُمْ لِیَوْمِکُمْ ھٰذَا (بخاری)

ایک شخص حضور نبوی آیا تو حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اگر تم اس دن کے لئے غسل کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔

(۱) ینتابون۔ انتیاب سے نوبت بنوبت آنا۔ اسی طرح یتناوبون نوبۃ سے اس کے معنے بھی باری باری کے ہیں۔ عوالی ان دیہات کا نام ہے جو مدینہ کے مضافات میں واقع تھے۔ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ یہ دیہات مدینہ سے چار میل یا اس سے زیادہ مختلف فاصلوں پر تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا۔

فیہ رد الکوفیین حیث لم یوجبوا الجمعۃ علی من کان خارج المصر۔

کہ اس حدیث میں کوفیوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شہر سے باہر گاؤں میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی نے صاف صریح طور پر علامہ قرطبی کا رد کر دیا اور لکھا۔

فیہ نظر لانہ لو کان واجبا علی اھل القری ما تناوبوا ولکانوا یحضرون جمیعا (فتح الباری)

کہ اگر دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو پھر باری باری آنے کے بجائے پورے دیہات کی آبادی مدینہ میں جمعہ پڑھنے کیلئے آتی۔

علامہ ابن حجر کی اس تصریح سے بھی واضح ہوا کہ دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے انہیں ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا کُنْتَ فِیْ قَرْیَۃٍ جَامِعَۃٍ نُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَحَقٌّ عَلَیْکَ اَنْ تَشْھَدَھَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ اَوْلَمْ تَسْمَعْہُ (بخاری)

اور حضرت عطا نے فرمایا جب تو قریہ جامعہ میں ہو اور وہاں جمعہ کی اذان ہو تو تجھ پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے خواہ تو اذان سُنے یا نہ سُنے۔

عطا ابن ابی رباح تابعی ہیں اور اس اثر کو امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے موصولا روایت کیا جس میں یہ لفظ بھی ہیں۔

عن ابن جریج قلت لعطاء ما القریۃ الجامعۃ قال ذات الجماعۃ والامیر

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاؒ سے پوچھا کہ قریہ جامعہ کس کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا قریہ

والقاضی والدور المجتمعة الاخذ بعضها ببعض مثل جدة ۔

جامعہ وہ ہے جس میں جماعت ہوتی ہو وہاں امیر اور قاضی ہو اور مکانات ہوں آپس میں ملے ہوئے جیسے جدہ ہے ۔

(فتح الباری، عینی ج ۲ ص ۲۸۴)

فقہاء احناف نے مصر کی جو تعریف کی ہے وہ اثر عطا سے ماخوذ ہے

اثر عطا سے دو باتیں واضح ہوگئیں اول یہ کہ جامع کی اصطلاح سلف میں جاری وساری تھی دوم یہ کہ فقہاء احناف نے مصر جامع کی جو حد مقرر کی ہے اس کے متعلق یہ کہنا غلط ہے وہ کسی اثر سے بھی ماخوذ (۲) علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت عطا نے جو یہ فرمایا کہ "آذان کی آواز سنے یا نہ سنے" تو یہ حکم اس شخص کے لئے جو داخل البلد ہو یعنی جو شخص شہر میں ہے اور جمعہ اس پر واجب ہے تو اذان جمعہ کی آواز سنے یا نہ سنے۔ بہر صورت اس کو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھنا فرض ہے ـــــ اثر عطا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ قریہ جامعہ کی جو تعریف حضرت عطا نے فرمائی ہے۔ وہ گاؤں پر صادق نہیں آتی۔

وَكَانَ اَنَسٌ فِىْ قَصْرِهٖ اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ ۔

اور حضرت انس جو اپنے محل میں مقیم تھے کبھی تو بصرہ کی جامع مسجد میں آکر جمعہ ادا کرتے تھے اور کبھی جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور انکا محل زاویہ میں تھا۔ جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فتح الباری میں لکھا کہ اثر انس کو ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق علیہ الرحمۃ نے روایت کیا الفاظ یہ ہیں۔

انه كان يشهد الجمعة من الزاوية وهي على فرسخين من البصرة (فتح الباری)

کہ حضرت انس زاویہ سے جمعہ پڑھنے کیلئے بصرہ شہر میں آتے تھے جو بصرہ سے چھ میل پر واقع تھا۔

اور بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۴۵ میں یہ لفظ بھی ہیں واحیانا لا یشھد یعنی حضرت انس کبھی تو زاویہ گاؤں سے جمعہ پڑھنے کیلئے بصرہ میں آجاتے اور کبھی نہیں آتے اور اپنے گاؤں میں ظہر پڑھ لیتے معلوم ہوا کہ دیہات میں نہ جمعہ واجب ہے اور نہ اقامت جمعہ جائز۔

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے

(۱) كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ — حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب دن ڈھلتا (۲) ہم جمعہ جلدی

(۲) كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ — پڑھ لیا کرتے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت زوال شمس کے بعد ہے (۲) حدیث دوم سے واضح ہوا کہ جمعہ کا وقت زوال شمس کے بعد ہے یعنی جو وقت ظہر کے ہے۔ وہی جمعہ کے لئے ہے۔ وقت ظہر کے متعلق تمام مباحث فیوض الباری پارہ سوم صت ۲۳ تا صت ۳۳ پر بیان ہو چکے ہیں۔

(۳) حدیث دوم میں نبکر کا لفظ ہے۔ تبکیر کے معنی اول وقت کے بھی آتے ہیں اور ایک چیز کو دوسری چیز پر مقدم کرنے کے بھی۔ یہاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عمومی عادت یہ ہی تھی کہ وہ گرمیوں میں پہلے قیلولہ کرتے اس کے بعد نماز ظہر ادا کرتے تھے لیکن جمعہ کے دن بعض اوقات پہلے قیلولہ کرتے اس کے بعد جمعہ پڑھ لیتے تھے حضرت انس سے مروی ہے — اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ (بخاری) — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سردی زیادہ ہوتی تو اول وقت میں نماز پڑھتے اور جب گرمی ہوتی تو نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھتے یعنی جمعہ کی نماز

واضح ہوا کہ ظہر کے متعلق تو حضور کا صاف وصریح ارشاد موجود ہے کہ سردیوں میں اول وقت میں اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھی جائے۔ مگر جمعہ کے لئے گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنے کے متعلق کوئی نص صریح نہیں ہے۔ خود زیر بحث حدیث میں جو یعنی الجمعۃ کے الفاظ ہیں تو ان کے متعلق احتمال قوی یہ ہے کہ یہ راوی کے اپنے ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہی ہے۔ وقال یونس بن بکیر اخبرنا ابو خلدۃ وقال بالصلٰوۃ ولم یذکر الجمعۃ۔

اسی طرح روایت اسماعیلی و بیہقی عن ابی الحسن الخ و حبیب بن یعیش الخ میں بھی صرف صلٰوۃ کا لفظ ہی ہے۔ اس بنا پر علامہ عینی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا بہت قوت رکھتا ہے کہ جمعہ کے متعلق اصل یہ ہی ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں اول وقت میں پڑھا جائے یہ اس لئے بھی کہ جمعہ میں اجتماع عظیم ہوتا ہے اور لوگ دور دور سے آتے ہیں اور تاخیر کرنے میں

ان کو دقت ہوگی خصوصاً گاؤں سے آنے والوں کو۔

فائدہ ۔ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کے لئے ہے یعنی زوالِ شمس کے بعد اور جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متواتر عمل سے واضح وثابت ہے ۔ مگر بعض حنابلہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زوال سے قبل بھی جمعہ پڑھے جانے کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ اور دلیل یہ ہے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جمعہ کا دن وہ دن ہے کہ جعلہ اللہ عیدً اللمسلمین اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کے لئے عید قرار دیا ہے ۔ تو جب حضور نے جمعہ کو عید قرار دیا تو جمعہ کی نماز عید کے وقت پڑھنا جائز ہونی چاہیئے لیکن یہ استدلال بہت ہی عجیب وغریب ہے کیونکہ اس استدلال کے صحیح مان لینے کی صورت میں تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جمعہ کے دن روزہ حرام ہے اور خطبہ جمعہ جمعہ کی نماز کے بعد دیا جا سکتا ہے ۔ حالانکہ ایسا کسی نے نہیں کہا۔

سعی الی الجمعہ

(۲) واضح ہو کہ آیتِ جمعہ میں اس امر کی گنجائش ہے کہ ذکر اللہ سے مراد نماز ہو یا خطبہ ۔ مفسرین میں بھی یہ امر مختلف فیہ ہے ۔ علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے ظاہر یہ ہے کہ نماز مراد ہو ۔ کیونکہ اذا نودی للصّلوٰۃ کی جزا فاسعوا الی ذکر اللہ ہے معلوم ہوا کہ اصل میں ذکر سے مراد نماز ہے اور خطبہ محض ضمناً ذکر میں شامل ہو جاتا ہے ۔ ورنہ اگر ذکر سے مراد صرف خطبہ ہوتا تو الی ذکر اللہ والصلوٰۃ فرمایا جاتا) ویجوزکون المراد به الخطبة ۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر سے خطبہ مراد ہو (فتح القدیر)

علامہ آلوسی نے بھی یہ ہی فرمایا کہ ذکر سے خطبہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور نماز بھی ۔ علامہ ابوبکر جصاص علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ذکر سے مراد خطبہ ہی ہے کیونکہ اذان کے بعد خطبہ ہوتا ہے اور اس کی طرف سعی کا حکم دیا گیا ہے ۔ فدل علی ان المراد الخطبۃ تو اس پر دال ہے کہ ذکر سے خطبہ مراد ہے۔

سعی کے اصل معنے جلد جلد چلنے کے ہیں اور سعی کے معنی مطلق عمل اور چلنے کے بھی آتے ہیں ۔ ابن منیر نے کہا کہ آیتِ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے سعی کے امر اور بیع کی نہی کو بطور تقابل بیان کیا تو واضح ہوا کہ سعی سے مراد وہ عمل ہے جو عبادت ہو ۔ مطلب یہ کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ ۔ اور دنیاوی کاروبار چھوڑ دو ۔

(۲) موطا امام مالک میں ہے کہ "حضرت ابن عمر نے فرمایا سعی کے معنی یہ ہیں کہ جب کی

آذان ہو جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چلو یعنی سعی کے معنے دوڑنے کے نہیں بلکہ مطلق چلنے اور قصد کرنے کے ہیں (۳) حضرت ابن عباس کی تعلیق کو امام ابن حزم نے عکرمہ سے وصل کیا اور عطا تابعی کی یہ تعلیق کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں بایں الفاظ وصل کیا کہ جب خطبہ کی اذان ہو۔ تو خرید و فروخت اور تمام دنیا وی کاروبار حتی کہ سونا اور لکھنا اور مرد کا اپنی بیوی کے قریب ہونا حرام ہے (۴) صاحب ہدایہ نے فرمایا۔

المعتبر فی وجوب السعی وحرمة — سعی کا جواب ہونا اور بیع و شراء کا حرام
البیع ھو الاذان الاصلی الذی — ہونا اس اذان کے بعد ہے جو عہد نبوی میں
کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم — ہوتی تھی (یعنے خطبہ کی اذان)

اور اسماعیل بن ابی زیاد شامی کی تفسیر میں حضرت جابر سے مروی ہے حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ تحرم التجارة عند الاذان — آذان کے وقت تجارت اور خطبہ کے
ویحرم الکلام عند الخطبة (عینی ج ۳) — وقت کلام وسلام حرام ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ جب خطبہ جمعہ کی اذان ہو جائے تو پھر سب کاموں کو چھوڑ کر یاد الہٰی میں مشغول ہو جانا واجب و لازم ہو جاتا ہے۔

مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے

جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ ابن منذر نے کہا مسافر پر جمعہ واجب نہ ہونے پر اجماع ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔

لَیْسَ علی المسافر جمعة (دار قطنی ص۱۶۲۔ ابو داؤد ج۱ ص۱۶۰ عینی ج۳) مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔

ابن بطال نے کہا۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی بن ابی طالب وابن عمر۔ انس بن مالک عبدالرحمٰن بن سمرہ وابن مسعود و مکحول و عروہ بن مغیرہ وابراہیم نخعی و شعبی و عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی نقل ہے۔ خود امام زہری سے بھی یہ منقول ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

اگر مسافر شہر میں سے گزرے اور آذان کی آواز سنے تو اس کو جمعہ میں شامل ہو جانا مستحب ہے (۲) اسی طرح جمعہ کے دن سفر کرنا بھی جائز ہے۔ زوال سے قبل تو سفر میں کچھ

مضائقہ نہیں حضرت عمر زبیر بن العوام ابو عبیدہ بن الجراح و عبداللہ بن عمر حسن ابن سیرین امام مالک رضی اللہ تعالے عنہم جواز کے قائل ہیں ۔ لیکن زوال کے بعد کہ جمعہ کا وقت ہو جائے (اور) بہت ضروری نہ ہو تو امام مالک احمد عدم جواز کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ جواز کے یعنی جواز لے بعد گو کہ سفر جائز ہے ۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ضرور کیا جائے ۔ بلکہ حتی المقدور جمعہ کے دن زوال کے بعد سفر نہ کرنا افضل و اولی ہے ۔ تاکہ جمعہ کی نماز کی فضیلت حاصل ہو ۔

خطبہ جمعہ کے وقت نماز اور کلام ممنوع ہے

واضح ہو کہ جب امام خطبہ شروع کر دے تو اب سامعین کو خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا واجب ہے اور دوران خطبہ نماز پڑھنا خواہ وہ جمعہ کی سنتیں ہی ہوں یا بولنا ۔ سلام وغیرہ کا جواب دینا حتی کہ امر بالمعروف کرنا بھی منع ہے ——— لیکن امام دوران خطبہ بھی امر بالمعروف کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابن عمر سے ثابت ہے دیکھئے فیوض پارہ چہارم ص۴۴ ۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے بیٹھ جائے تو لوگ نہ نماز پڑھیں نہ کلام کریں ——— لیکن قبل خطبہ بھی چپ ہو کر بیٹھنا واجب ہے ۔ یعنی جب امام خطبہ کی نیت سے منبر پر بیٹھ گیا اور اس نے خطبہ شروع نہیں کیا اس وقت سے سامعین کے لئے چپ رہنا واجب ہو جاتا ہے ۔ تو وجوب کی تصریح صاحب ہدایہ نے بھی نہیں کی ہے ۔ اس لئے وجوب کے قول کی بجائے استحباب کا قول کرنا مناسب ہے ۔ یعنے جب امام خطبہ کے قصد سے منبر پر بیٹھ گیا ۔ ابھی اس نے خطبہ شروع نہیں کیا تو اس وقت خاموش ہو کر بیٹھ جانا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے ۔ ہاں جب خطبہ شروع کر دے تو اب خاموش ہو کر بیٹھ جانا واجب ہے ۔

مَن قَالَ لِصَاحِبِہٖ اَنصِت وَالاِمَام یَخطُب فَقَد لَغَا (بخاری) — جس نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ چپ رہ درانحالیکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اس نے لغو کیا ۔

اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے بلکہ اسے متواتر قرار دیا جا سکتا ہے ۔ امام مالک و لیث امام ابو حنیفہ و ثوری و جمہور سلف من الصحابہ کا یہ ہی مسلک ہے ۔

جمعہ کی سنتیں نماز پنجگانہ کے لئے سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے پہلے چار ظہر سے پہلے۔ دو بعد۔ دو مغرب کے بعد۔ دو عشاء کے بعد اور چار جمعہ سے پہلے اور چار بعد۔ اولٰی افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار سنت پڑھے پھر دو اور پڑھ لے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(۲) جو سنتیں چار رکعتی ہیں مثلاً جمعہ و ظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائینگی چاروں پڑھ کر چوتھی کے بعد سلام پھیریں۔ یہ نہیں کہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو سنتیں ادا نہ ہوئیں۔ دوبارہ ان چاروں کو ایک سلام سے پڑھا جائے۔

جمعہ کی سنتوں کے سلسلہ میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی دلیل حدیث ابن مسعود ہے۔

کہ حضور علیہ السلام جمعہ سے قبل بھی چار سنت ادا فرماتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی

کان یصلی قبل الجمعۃ اربعا وبعدھا اربعا (ترمذی)

امام ترمذی نے فرمایا۔ ابن مبارک اور ثوری کا بھی یہ ہی مسلک ہے۔

اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھ لے

فلیصل بعدھا اربع رکعات۔ تو چاہئیے کہ وہ چار رکعت سنت پڑھ لے۔

(مسلم، تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۹۴)

اور حدیث زیر بحث میں دو رکعت سنت کا ذکر ہے۔ اس لئے افضل یہ کہ جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت پڑھ لی جائیں۔ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ ویسے صرف دو پر اکتفا کرلے۔ تو بھی حرج نہیں

صلوٰۃ حاجت اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو نماز حاجت پڑھیئے۔ یہ نماز حضور علیہ السلام نے ایک نابینا کو تعلیم فرمائی۔ جب انھوں نے یہ نماز پڑھی تو پڑھتے ہی بینا ہوگئے (ترمذی طبرانی۔ ابن ماجہ) دو رکعت نفل جیسے عام طور پر پڑھتے ہیں۔ پڑھیو سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَسَّلُ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ یہاں اپنی حاجت کا نام لو لِتُقْضٰی لِیَ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

صلوٰۃ التسبیح


یہ نفل نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اس نماز کو روزانہ پڑھو۔ ورنہ ہر جمعہ کے دن ایک بار پڑھو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو ہر سال میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار پڑھ لو۔ اس نفل نماز کا بے انتہا ثواب ہے اور بے شمار دینی و دنیوی برکات کے حصول کا سبب ہے۔ ترکیب یہ ہے۔


اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر نیت کر کے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ سے لَاۤ اِلٰہَ غَیْرُکَ تک پڑھو۔ ۱۵ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس کے بعد اعوذ بسم اللہ، الحمد اور سورہ پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع کرو اور رکوع وغیرہ بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور بعد تسمیع و تحمید کے دس بار یہی تسبیح کہو۔ پھر سجدہ میں جاؤ اور اس میں دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار یہی تسبیح کہو۔ پھر سجدہ کو جاؤ اور اس میں دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو۔ پھر دوسری رکعت میں ۱۵ مرتبہ تسبیح مذکور پڑھ کر اس کے بعد بسم اللہ و الحمد للہ و سورہ پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پڑھی جائے اور حسب سابق رکوع و سجود میں تسبیح پڑھ کر بیچ کا قعدہ کیا جائے اور اس میں التحیات درود و دعا [illegible] اسی طرح دو رکعتیں اور پڑھی جائیں ہر رکعت میں ۷۵ بار تسبیح ہو [illegible] کے تسبیح ہونگی اور رکوع و سجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم، سُبْحَانَ رَبِّیَ [illegible] [illegible]ت پڑھی جائیں گی۔

نوٹ۔ اس نماز کے پڑھنے کے لئے [illegible] مقرر نہیں۔ اوقات مکروہہ و ممنوعہ کے علاوہ جس وقت چاہو پڑھ سکتے ہو۔

پنج گنج صغیر

(۱) بعد از نماز فجر یَا عَزِیْزُ یَا اَللّٰہُ سو مرتبہ (۲) بعد از نماز ظہر یَا کَرِیْمُ یَا اَللّٰہُ سو مرتبہ (۳) بعد از نماز عصر یَا جَبَّارُ یَا اَللّٰہُ سو مرتبہ (۴) بعد از نماز مغرب یَا سَتَّارُ یَا اَللّٰہُ سو مرتبہ (۵) بعد از نماز عشا یَا غَفَّارُ یَا اَللّٰہُ سو بار پڑھیے۔ اول آخر ۱۱-۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھیے۔ اسکے بعد دعا مانگیے یہ وظائف بیشمار دینی دنیوی برکات کے حصول کا موجب ہیں۔


2933
3668
U. H
2592
37
KH ARH
2208
ERH
2211
2894
LUN
1362
45
3061
1755
1575
2021
30
1066
1017


1647
1742
1844
2008
774
2021
120°30′
41°30′
1365
1345
LIAO-NI
7°15′W
1657



HÖHEN IN FUSS
ELEVATIONS IN FEET
ALTITUDES EN PIEDS

JOINT

ATION DIAGRAM

NN 32-12	NN 33-10	NN 33-11
		POLAND
NM 32-3	NM 33-1	NM 33-2

GLOSSARY

Berg, Gebirge		peak, mountains
Bach	brook	
Forst	forest	
Graben	ditch	
Heide	heath	lande
Kopf	peak	tete

